دل
کی
باتیں
حماد بخاری

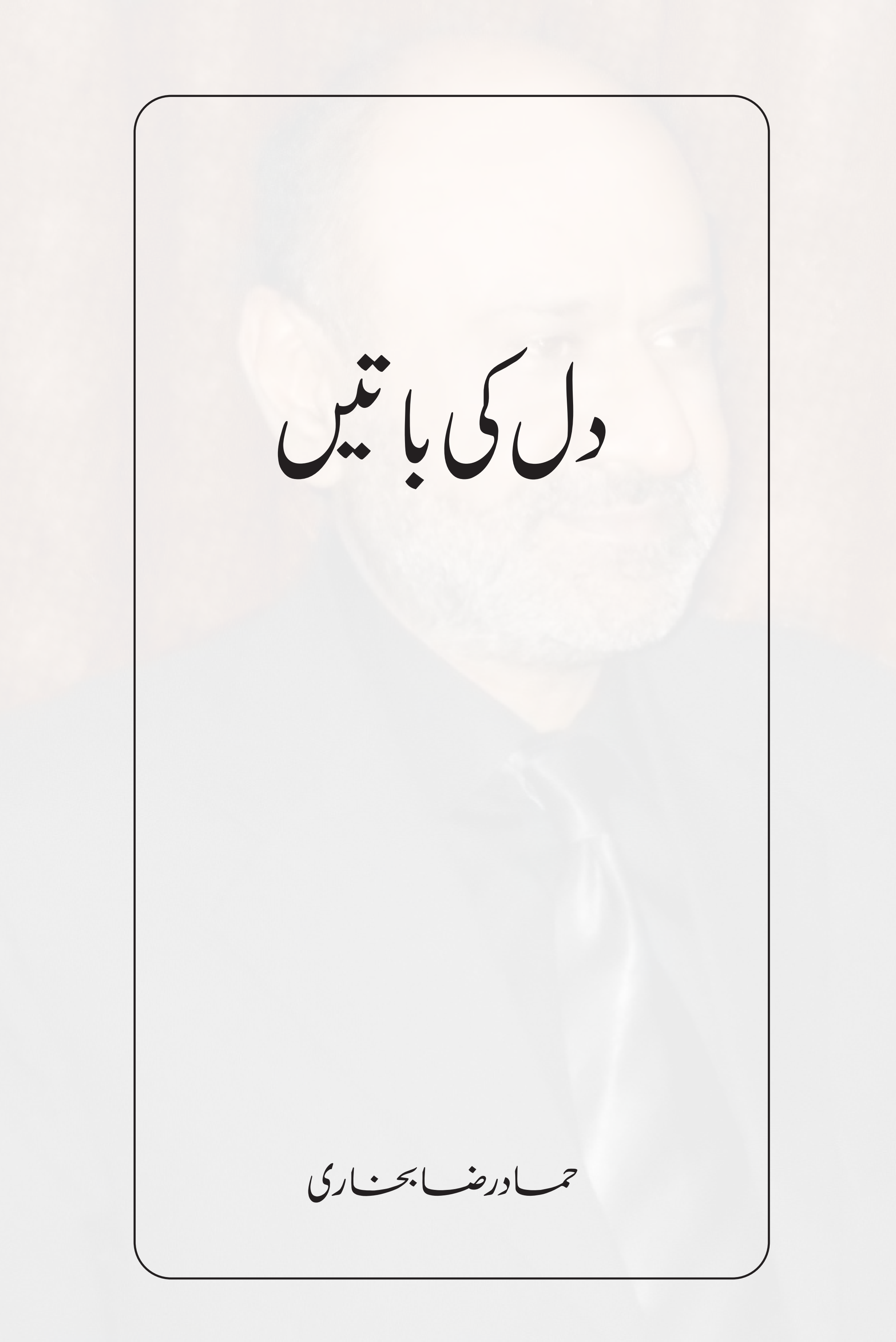

دل کی باتیں

حماد رضا بخاری

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب : دل کی باتیں

مصنف : سیّد حمّاد رضا بخاری

ناشر: بخاری پبلشرز، فیصل آباد، پاکستان

پہلا ایڈیشن: جنوری ۲۰۰۰ء

دوسرا ایڈیشن: جنوری ۲۰۱۵ء

ای میل مصنف:

hrbukhari@hotmail.com

رابطہ: 0300 9655650

بخاری پبلشرز، فیصل آباد پاکستان

فہرست

انتساب	۱۱
اپنی بات	۱۲
منظوم ترجمہ سورۃ فاتحہ	۱۳
حمد باری تعالیٰ	۱۴
مرے خدا	۱۶
یا خدا	۱۷
نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۸
نعتِ رسول مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۱
بحضور امام عالی مقام علیہ السلام	۲۲
نواسہ رسول امام حسین علیہ السلام کی یاد میں	۲۳
صدائے فرات	۲۴
بہن مشرف ضیا کے نام	۲۵
اب کہاں	۲۷
ایک آوارہ پرندے کو	۲۸
باتیں	۲۹

اندیشہ	۳۰
بات بگڑے بھی اگر، بات بناتے رہنا	۳۱
جب ایک صف میں دونوں کھڑے تھے	۳۲
جانے والے ٹھہر	۳۳
غم کیا ہے یہاں	۳۴
تعلق جوڑ لیتا ہے	۳۶
دولتِ بےحساب رکھتا ہوں	۳۷
ترا آنچل دوبارہ ڈھونڈتی ہے	۳۸
تیرا آنچل جو مل گیا ہوتا	۳۹
رُخ سے آنچل تو ہٹا	۴۰
خیال وخواب کے سارے دیے بجھا دینا	۴۱
کہیں حسرتوں کے بادل	۴۲
ماہِ تمام	۴۳
کوئی جگنو نہ پاس ہو جیسے	۴۴
پی کر تو نہیں آیا	۴۵
دوستی کی حد ختم ہو گی جہاں	۴۶
کیوں؟	۴۷
تجربہ	۴۸
محرومی	۴۹
آج پھر	۵۰
دیکھی ہے	۵۱

کسی کو اُداس دیکھ کر	۵۲
خوشبو	۵۳
دھڑکنیں اب دل کی مدھم ہو رہی ہیں	۵۴
طوفان	۵۵
شبِ تنہائی	۵۶
جُدائی	۵۷
مٹا ڈالو	۵۸
جب لہو میں ہی روشنی نہ ملی	۵۹
جب سے روشن یہ چاند تارے ہیں	۶۰
پرانے زخم بھرنے لگ گئے میرے	۶۱
دوستوں سے گلہ نہیں اچھا	۶۲
ہمدوش	۶۳
آج کا دن	۶۴
پنجابی گیت، اک تُوں ہوویں	۶۵
حضرت شہباز قلندر کے کلام کا منظوم ترجمہ	۶۸
کبھی تو مان ہی جائے گا	۷۱
ترکِ تعلقات کا کوئی سبب نہ ہو؟	۷۲
کبھی ہنساتے ہیں خود کو کبھی رُلاتے ہیں	۷۳
نیند بھی اپنی نہیں	۷۴
بھنورا	۷۵
موتی	۷۶

رُوح بے چین کرو دِل بھی دُکھاؤ جاناں ۷۷
روز وشب کا قرار کھو بیٹھے ۷۸
شعر کہنے میں کیا مزا ہوگا؟ ۷۹
تم سنہ آؤ گلہ نہیں کرتے ۸۱
اِس زمانے میں پیار ناممکن ۸۳
زمانہ تیز چلتا جا رہا ہے ۸۴
گیت، یہ دُکھ کے بادل یہ غم کے سائے ۸۵
یہ قافلے جیون کے گزر جائیں گے اِک روز ۸۶
زندگی کیا ہے؟ بلبلہ جیسے ۸۷
چراغ ۸۸
آنکھیں ۸۹
پنجابی غزل، جھوٹی اُلفت جھوٹا اے پیار ۹۰
سلامِ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۹۱
کس کا دل گھائل ہوا ہے ۹۲
معذرت ۹۳
اعتراف ۹۵
بھول جانا ۹۷
سازش ۹۸
تل ۹۹
زندان میں پھول ۱۰۰
سوال ۱۰۱

اُنگلیوں سے نوچ کر ناخن مرے	۱۰۲
التجا	۱۰۳
بات بگڑے بھی تو	۱۰۴
تمہاری بزم میں آیا ہوں	۱۰۵
بم دھماکوں کے پس منظر میں	۱۰۶
سانولی لڑکی	۱۰۷
یار کے آنے سے	۱۰۹
جب نہ آئے تُو	۱۰۹
تُو مرا اعتبار ہی کر لے	۱۱۰
دل کی باتیں	۱۱۱
اُن کی باتوں نے ظلم ڈھائے بہت	۱۱۲
زندگی کا سفر تمام کروں	۱۱۳
مہرباں ہو کے بھی	۱۱۴
رکھتے ہیں جو حساب	۱۱۵
آرمی پبلک سکول پشاور پر حملہ	۱۱۶
پہلے آرمی پبلک سکول پھر باچا خان یونیورسٹی	۱۱۷
کیسے؟	۱۱۸
ٹھیک ٹھاک	۱۲۰
گدھا غریب	۱۲۱
آؤ واپس چلیں بچپن کے نگر میں	۱۲۲
دُنیا کا ٹھکانہ تو	۱۲۴

مجھے اپنا آپ بھلا دیا	۱۲۵
یا نبی یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۲۶
مری نا کام حسرت	۱۲۸
اب کہیں بھی نظر نہیں آتا	۱۲۹
مجھ کو نہ میرے پیچھے	۱۳۰
غازی علم دین شہید اور ممتاز قادری شہید	۱۳۱
نہیں اب نہ ہو گا یہ درد کم	۱۳۲
قناعت	۱۳۳
مشورہ	۱۳۴
بڑے شکاری زمیں پر شکار کرتے ہیں	۱۳۶
میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۳۷
مجھے اللہ ہی کافی ہے	۱۳۸
اُس کو بچھڑے ایک مدت ہو گئی	۱۴۰
بس میں رہے نہ جب کبھی جذبات	۱۴۱
میں جس کی دھڑکن میں	۱۴۲
سلام	۱۴۳
مجھ سے میری بھی رضا	۱۴۴
جانے کیا کہہ دیا روانی میں	۱۴۵
اشک مٹی میں مل رہے ہیں	۱۴۶
چاند	۱۴۷
ترے نصیب میں جب	۱۵۱

میں ہار گیا	۱۵۲
شبِ عروس	۱۵۳
عشق کا آگ سمندر	۱۵۵
کہتے ہیں ہر کسی سے جو قسمت	۱۵۶
آج	۱۵۷
جس کسی نے زوال دیکھا ہے	۱۵۸
یارو مجھ کو مت چھیڑو	۱۶۰
بادبانوں نے ہوا کو مات دی	۱۶۱
متفرق اشعار	۱۶۲

انتساب

بہن مشرف کے نام
جس نے مجھے لکھنے کی ترغیب دی،
ہمیشہ کے لئے بچھڑ جانے کے بعد ...

اپنی بات

میں کوئی شاعر نہیں ہوں نہ ہی مجھے شعر کہنے کا کوئی سلیقہ ہے اِس لیے ممکن ہے کہ شاعری کے حوالے سے یہ کتاب پڑھ کر آپ کو شدید مایوسی کا سامنا کرنا پڑے۔ چند تیکھے، میٹھے، مایوس اور درد میں ڈوبے ہوئے الفاظ کا یہ مجموعہ محض میرے دِل کی باتیں ہیں جو میں نے اپنے آپ سے کی ہیں۔ ان کا انداز کیونکہ شاعری سے مماثلت رکھتا ہے اِس لیے آپ چاہیں تو انہیں شاعری کا نام دے لیں لیکن یقین کیجیے میں خود اِسے شاعری کہنے سے خوفزدہ ہوں۔ شاعری تو میرے نزدیک غالب، میر، اقبال،فیض،ساغر، ساحر، ناصر،فراز، قاسمی، محسن نقوی، پروین شاکر،نوشی گیلانی،امجد اسلام امجد ،فرحت عباس شاہ،افتخار عارف،مقصود وفا اور اِن جیسی کئی دیگر عظیم ہستیوں کے کلام کا نام ہے۔
کہاں میں کہاں وہ مقام،اللہ اللہ.....

حماد رضا بخاری
فیصل آباد
Email: hrbukhari@hotmail.com
Phone: +923009655650

منظوم ترجمہ سورۃ فاتحہ

بنامِ ربِّ رحیم و رَحماں
تمام حمد و ثنا اُسی کی
جو سب جہانوں کو پالتا ہے
جو مہرباں ہے جو رحم والا
جو روزِ محشر کا بھی خدا ہے
الٰہی! ہم ہیں ترے ہی عابد
مدد بھی تجھ ہی سے چاہتے ہیں
دکھا دے ہم کو بھی سیدھا رستہ
اُنھیں کا جن پہ کرم ہُوا ہے
بچا لے اُس راستے سے ہم کو
وہ جس کے راہی بھٹک گئے تھے
وہ جن پہ تیرا غضب ہُوا ہے

حمد باری تعالیٰ

جب بھی آنکھوں میں اشکِ رواں دیکھ لوں
تیری رَحمت کو ربِ جہاں دیکھ لوں

ان اندھیروں سے مجھ کو کوئی خوف کیا؟
ہر جگہ میں تجھے ضوفشاں دیکھ لوں

غم کی دوپہر میں جوں ہی چلتا ہوں میں
اپنے سر پہ ترا سائباں دیکھ لوں

تُو ہے قہار بھی، تُو ہے جبار بھی
میں ہمیشہ تجھے مہرباں دیکھ لوں

اے خدا! میرے دِل کو بھی پُر نور کر
میں بھی روشن ترا یہ مکاں دیکھ لوں

یوں ہی ہوتی رہے جو عنایت تری
خاک سے آسماں تک اماں دیکھ لوں

میرے من میں بھی جگنو چمکتے ہیں جب
تیرا تاروں بھرا آسماں دیکھ لوں

تیری حمد و ثنا کوئی کیسے کرے؟
بے زباں ہر کسی کو یہاں دیکھ لوں

میرے خدا

تری حمد کیسے کروں بیاں؟
مری سوچ پر کڑا امتحاں
مرے لفظ تیرے اسیر ہیں
ترا اِذن ہو تو کھلے زباں

کوئی کیسے تجھ کو سمجھ سکے؟
کئی راز تجھ میں ہوئے نہاں
تجھے بھول کر ہوں بھٹک گیا
مجھے یاد آ مرے مہرباں!

مری تشنگی کو قرار دے
مری اُلجھنوں کو سنوار دے
میں خزاؤں کا ہوں ڈسا ہُوا
مجھے اب تو کوئی بہار دے

کبھی مسجدوں میں نہ مِل سکا
دلِ سوختہ میں مِلا کبھی

کبھی مانگ کر نہ عطا کیا
کہیں بے طلب بھی دِیا کبھی

کسی عقل میں تُو نہ آسکا
تجھے ہر کوئی نہ سمجھ سکا
اُسے اپنی ذات میں مل گیا
جسے جستجو کا ہنر ملا

تُو ہے شام میں تُو سحر میں ہے
تُو ہے عرش پر تُو دہر میں ہے
تُو نظر کی حد سے ہے ماورا
مگر اہلِ دِل کی نظر میں ہے

ہیں مرے نصیب میں خار کیا؟
مجھے مِل سکے گی بہار کیا؟
تری دسترس میں ہیں کھیل سب
کوئی جیت کیا؟ کوئی ہار کیا؟

یاخدا

مری مشکل ذرا آسان کر دے
میں انساں ہوں مجھے انسان کر دے

بصیرت دے بصارت کو مری بھی
جہالت کو مری عرفان کر دے

مجھے دھوکے پہ دھوکا دے رہا ہے
تُو مجھ سے دُور یہ شیطان کر دے

مرے پاؤں میں چھالے آ گئے ہیں
مرے رستے کو اب آسان کر دے

کہیں بھٹکا نہ دے مشکل مجھے اب
کرم مجھ پہ مرے رحمان کر دے

مرا دامن تو خالی ہے مگر تُو
مری بخشش کا کچھ سامان کر دے

نعتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے جس نے جبیں جھکائی ہو
عجب نہیں کہ اُسے مِل گئی خُدائی ہو

غلامِ خاص ہے حاضر عقیدتیں لے کر
حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آج مجھے اذنِ لب کشائی ہو

زمانے بیت گئے سوچ کی اسیری میں
مرے خیال کی اب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک رَسائی ہو

سوال کرتے ہیں ناداں، حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیسے تھے؟
کہیں وہ لفظ بنے ہیں جو لب کشائی ہو؟

مرے نصیب کا تارا ہو اِس طرح روشن
نظر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہ لب پر صلوٰۃ آئی ہو

نہ کام آئیں گے سجدے یہ رَت جگے تیرے
درُودِ پاک سے جب تک نہ آشنائی ہو

بہت عزیز ہیں تجھ کو وہ طور کے جلوے
حرا کی بات بھی تیری سمجھ میں آئی ہو

نہ اتنا اپنی خطاؤں پہ تم ڈرو حمادؔ
تری ادا اُنہیں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) شاید پسند آئی ہو

نعت رسولِ مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شہر لاکھوں ہیں مگر ایک مدینہ ہوگا
جس کی مٹی کا مری آنکھ میں سُرمہ ہوگا

سبز گنبد کی پناہوں میں جو آیا ہوگا
اُس پہ محشر میں نبی پاک (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا سایہ ہوگا

کتنی خوش بخت ہیں یثرب کی وہ راہیں یارو!
اُن کے نعلین کو جس جس نے بھی چوما ہوگا

آج سمجھا ہوں میں تیرے رُخِ تاباں کا سبب
تجھ کو اے چاند! نبی پاک (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے دیکھا ہوگا

نعت جس شوق سے تم نے بھی سنا ڈالی ہے
اُن (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خدمت میں ترا نام بھی پہنچا ہوگا

بحضور امامِ عالی مقام علیہ السلام

ہو قبول اے مرے آقا! یہ ندامت میری
کیوں نہ کربل میں ہوئی نذر شہادت میری

لبِ دریا نہ علمدارؑ کو جانے دیتا
تیرے اکبرؑ کی جگہ ہوتی شہادت میری

ننھے اصغرؑ پہ فدا ہوتا مرا لختِ جگر
اور شہزادیؑ پہ ہر دخترِ ملت میری

یا میں ہوتا کوئی آزاد سا بادل ہی وہاں
جلتے خیموں پہ برس جاتی ندامت میری

میں جو ہوتا کوئی کربل کی زمیں کا ذرّہ
تیرے قدموں سے لپٹ جاتی عقیدت میری

میں بھی اے کاش کوئی قہر خدا کا ہوتا
سارے گستاخ مٹا دیتی وہ ضربت میری

نواسئہ رسول امام حسینؑ کی یاد میں

عرش و زمیں، ستارے، یہ دن ہے یا رات ہے
نوحہ کناں حسینؑ پہ یہ کائنات ہے

پردہ نشین، بچے، جواں اور ضعیف کچھ
لڑنے کو آ رہے تھے یہ حیرت کی بات ہے

بجھنے کو ہے چراغ حسینؑ و رُبابؑ کا
اُس حرملہ لعین کا ناوَک پہ ہاتھ ہے

یہ واقعاتِ دِین تو تمہیدِ دِین ہیں
لفظِ حسینؑ سمجھو، یہی دینیات ہے

ابنِ امیرِ شام کا پہرا کہاں گیا؟
ہر چشمِ نم حسینؑ کی خاطر فرات ہے

ہے لاشئہ حسینؑ یا قرآں ورق ورق
کربل کی سرزمیں پہ قیامت کی رات ہے

وہ آسماں زمین پہ کیوں ناں گرا حمّادؔ
بنتِ علیؑ کا پردہ لعینوں کے ہاتھ ہے

صدائے فرات

(جناب افتخار ایازؔ کے کلام ''فرات'' کے جواب میں)

بالائے عقل تو نہیں یہ بات مومنو !
پیاسی اَمر ہوئی تھی وہ سادات مومنو !

اُن کا جو حکم ہوتا تو آتا میں سر کے بل
لیکن نہیں تھی ایسی کوئی بات مومنو !

ابنِ زیاد کیا تھا؟ کیا اُس کے سُورما؟
لے جاتا سب بہا کے وہ بدذات، مومنو!

میں بدنصیب اُن کی طرف دیکھتا رہا
کوثر ہے جن کے پاؤں میں دن رات مومنو!

پوچھو نہ اہلِ بیتؑ کی مظلومیت کا حال
بس میں نہ رہ سکیں گے یہ جذبات مومنو!

زیرِ زمین اپنا یہ چہرہ چھپا لیا
شرمندہ ہے فرات کی یہ ذات مومنو!

عباسؑ کی ضریح کا کرتا ہوں اب طواف
شاید قبول کر لیں عبادات مومنو !

بہن مُشرف ضیاء کے نام
(چودہ برس کی رفاقت توڑ کر اُس کے چلے جانے کے بعد)

بدلی نے بال کھولے تھے رویا بہت فلک
جب لُٹ گیا چمن وہ ہمارا بہار میں
کتنی قیامتیں تھیں جو ہم پر گزر گئیں
تُو تو چلی گئی تھی اَجل کے دیار میں

چھوٹی سی عمر میں ترے تجھ سے بڑے وہ غم
ظاہر میں مسکرانا چھپا کر کئی ستم
آئی نہ راس تم کو زمانے کی اِک خوشی
صورت بدل بدل یہاں تم کو ملے الم

کھلنے سے پہلے پھول، مقدر خزاں بنی
بالی عمر میں دیکھے ستم اِس قریب سے
تیری عمر پہ خوشیاں سبھی کردوں میں فدا
سارا جہان واروں تمہارے نصیب سے

وقتِ اخیر تیرا وہ اِک بار دیکھنا
جیسے چمن جلا ہو کسی عندلیب کا
ٹپکا تمہاری آنکھ سے آنسو وہ اس طرح
جیسے ستارہ ٹُوٹے کسی کے نصیب کا

جب تُو چلی گئی تھی ستاروں کی اُس طرف
دھرتی نے گیت تیری وداعی کے گائے تھے
حوروں نے آگے بڑھ کے لیا تھا حصار میں
افشاں نے تیری راہ میں تارے بچھائے تھے

اب کہاں

اب کہاں کوئی خوشی اے جانِ جاں اچھی لگے
تیرے بِن کب زندگی اے مہرباں اچھی لگے
تُو نہیں تو زندگی کو ہم اکیلے کیا کریں؟
آرزُو اب مَوت کی اے جانِ جاں اچھی لگے

کیا بتائیں کس طرح یہ دن گزرتے ہیں یہاں
سانپ بن کر شام کے سائے لپٹتے ہیں یہاں
فرقتوں کا زہر رگ رگ میں سرایت کر گیا
روز جیتے ہیں یہاں ہم روز مرتے ہیں یہاں

ہار کر بیٹھے ہیں سب کچھ آج ہم برباد لوگ
چاک دامن دل شکستہ اور ہم ناشاد لوگ
اب کہاں وہ قہقہے وہ رونقیں وہ محفلیں
ڈھونڈتے ہیں دوپہر میں چاند ہم برباد لوگ

غزل

ایک آوارہ پرندے کو ٹھکانہ مِل گیا
دَشت دَشت اُڑتا رہا پھر آشیانہ مِل گیا

چلتے چلتے تم نے بھی سوچا تو ہو گا ہمسفر!
زندگی کی راہ میں کیسا دیوانہ مِل گیا

اپنے زخموں کی کہانی چارہ گر! اِتنی سی ہے
جب بھی مرہم مانگ بیٹھے تازیانہ مِل گیا

اب تری آنکھوں کے دَر مجھ پر کھلیں یا بند ہوں
مجھ کو رونے اور بہلنے کا بہانہ مِل گیا

میرے ہاتھوں میں مقدر کی لکیریں ہنس پڑیں
جب سے تیرا ہاتھ اے جانانِ جاناں مِل گیا

باتیں

چھوٹی شب اور لمبی باتیں
تیری میری گہری باتیں

چندا سنتا ہو گا چھپ کر
مجھ سے میرے چن کی باتیں

ہر محفل میں اُس کا چرچا
اس چرچے میں اپنی باتیں

اُن کانوں کے جھمکے اور ہم
اپنی اپنی قسمت کی باتیں

شب کے آنچل پر وہ تارے
جھل مل کرتی اپنی باتیں

ہم نے شعروں میں کہہ ڈالیں
اپنے دل کی ساری باتیں

باتوں باتوں میں کہہ دو ناں
تم بھی اپنے من کی باتیں

اندیشہ

ہے کوئی حادثہ تعاقب میں
پھر مرے پاؤں ساتھ چھوڑ گئے
زندگانی کی بِھیڑ میں ساتھی
جانے کیوں میرا ہاتھ چھوڑ گئے

منزلوں کا کوئی نشان نہیں
کیا خبر کتنی دُور جانا ہے؟
ریگزاروں کی دُھول میں کس نے
کس کو کھونا ہے کس کو پانا ہے؟

غزل

بات بگڑے بھی اگر بات بناتے رہنا
رُوٹھ جائے جو کوئی تم ہی مناتے رہنا

بات کرنے سے رہ و رسم بڑھا کرتی ہے
بات بے بات سہی بات چلاتے رہنا

بے سبب یونہی نہیں چھوڑ کے جایا کرتے
جب بھی کچھ وقت ملے ملتے ملاتے رہنا

جانے کس شام وہ بھُولا ہُوا راہی آئے
دل کے آنگن میں کوئی دیپ جلاتے رہنا

دوستوں نے مرے جینے کا سبب جان لیا
دشمنو! تم نہ کوئی کشٹ اُٹھاتے رہنا

غزل

جب ایک صف میں دونوں کھڑے تھے نماز میں
محمود میں کیا تھا؟ کیا تھا ایاز میں؟

اللہ کی بارگاہ میں کس کا تھا کیا مقام؟
کس کو خبر ہے کیا ہے مشیّت کے راز میں؟

چھیڑا تھا اُس نے میری محبت کا گیت جب
کچھ سسکیاں سنی تھیں کیا تم نے ساز میں؟

اُن کی مہک ہے آج بھی میرے وجود میں
جو گُل کھلے تھے اُن سے راز و نیاز میں

ہے پیرہن تو ایک ہی دونوں کے جسم پر
لیکن بڑا تضاد ہے کرگس میں باز میں

پڑھ کر نماز تم نہ برائی سے بچ سکے
تم میں ہی کچھ غلط ہے یا تیری نماز میں

جانے والے ٹھہر

جانے والے! ٹھہر، چلے جانا
اپنی یادیں سمیٹ لے پہلے
تیری باتیں بہت رُلائیں گی
اپنی باتیں سمیٹ لے پہلے

یہ بتا ہم بھی یاد آئیں گے؟
بیتے دن تجھ کو بھی ستائیں گے؟
وہ حسیں خواب جو ادھورے ہیں
تجھ کو بھی رات بھر جگائیں گے؟

غزل

غم کیا ہے یہاں خوشی کیا ہے
ہم نہ سمجھے یہ زندگی کیا ہے

جس کو دیکھو وہی خفا ہم سے
دوستو ہم میں وہ کمی کیا ہے

ساتھ چلنے کو مت کہو یارو
پھر کہو گے یہ آدمی کیا ہے

کوئی شاہد نہیں مرے سچ کا
آج سمجھا ہوں بے بسی کیا ہے

تم مسافر ہو چاند راتوں کے
تم نہ سمجھو گے تیرگی کیا ہے

اُس کے جانے سے دِل بھی جلتا ہے
کچھ بتاؤ یہ آگ سی کیا ہے

دِل لگانے کی بات رہنے دو
ہم سمجھتے ہیں دِل لگی کیا ہے

بات کیا ہوگئی ہے کچھ تو کہو
آج یہ آنکھ میں نمی کیا ہے

غزل

تعلق جوڑ لیتا ہے نبھانا بھول جاتا ہے
نیا رشتہ بناتا ہے پرانا بھول جاتا ہے

محبت کی زمیں میں وہ گماں کے بیج بوتا ہے
اُترتی ہے جو فصلِ غم اُٹھانا بھول جاتا ہے

مری تنہائی کا اُس کو بہت احساس رہتا ہے
خیالوں میں جو آتا ہے تو جانا بھول جاتا ہے

مرے زخموں کا مرہم لے کے میرے پاس آتا ہے
تغافل کا یہ عالم ہے لگانا بھول جاتا ہے

مرے ہی خون سے میرے چتر میں رنگ بھرتا ہے
مگر آنکھوں میں سپنوں کو سجانا بھول جاتا ہے

بڑے ہی شوق سے گاتا ہے وہ یہ درد کے نغمے
مگر سازِ محبت کو اُٹھانا بھول جاتا ہے

غزل

دولتِ بے حساب رکھتا ہوں
ریزہ ریزہ سے خواب رکھتا ہوں

عاشقی شاعری لہو لہجہ
دل بھی خانہ خراب رکھتا ہوں

اپنے دامن کے خار چنتا ہوں
خواہشوں کے گلاب رکھتا ہوں

ریت لے کر میں بند مٹھی میں
زندگی کا حساب رکھتا ہوں

یوں نہ دیکھو سوالی آنکھوں سے
میں تو چُپ میں جواب رکھتا ہوں

غزل

ترا آنچل دوبارہ ڈھونڈتی ہے
مری ہستی سہارا ڈھونڈتی ہے

بنا پتوار کالے پانیوں میں
کوئی کشتی کنارا ڈھونڈتی ہے

بہت ہی سر پھری یہ عاشقی ہے
وہی مقتل دوبارہ ڈھونڈتی ہے

نظر پگلی سنہری دھوپ میں پھر
مقدر کا ستارا ڈھونڈتی ہے

محبت آخری دَم پر ہے لیکن
کوئی رنگیں اشارہ ڈھونڈتی ہے

غزل

تیرا آنچل جو مل گیا ہوتا
اشک آنکھوں سے گر گیا ہوتا

جب بچھڑنا نصیب ٹھہرا تھا
کیا ضروری تھا کچھ کہا ہوتا؟

وقت شاید پلٹ کے آ جاتا
وہ جو رُک کر زرا مڑا ہوتا

کیوں خلش سی یہ دل میں رہتی ہے؟
کچھ کہا اور کچھ سُنا ہوتا

مُڑ کے رخشِ شباب بھی آتا
دل زلیخا سا جو ملا ہوتا

غزل

رُخ سے آنچل تو ہٹا چاند سی صورت دیکھوں
آنکھ سے آنکھ مِلا آج قیامت دیکھوں

سرخ یاقوت سے ہونٹوں میں درخشاں موتی
تُو جو مُسکائے تو ہر دل پہ قیامت دیکھوں

میرے دامن میں کبھی ڈال وفا کی دولت
اے حسیں! پھر ترا اندازِ سخاوت دیکھوں

تو اِسے لاکھ چھپا خود سے بھی اے جانِ حیا
میں ترا پیار ترے رُخ پہ عبارت دیکھوں

توڑ دے آج یہ جاں لیوا خموشی کا سحر
دِل یہ چاہے ترا اظہارِ محبت دیکھوں

غزل

خیال و خواب کے سارے دیے بجھا دینا
کسی کی یاد میں پھر اپنا دل جلا دینا

ہمارے پاس یہی مشغلہ ہے جینا کا
خود اپنے آپ کو کوئی بڑی سزا دینا

تمہاری یاد میں اب وہ نہیں کسک باقی
میں بجھ رہا ہوں مجھے آ کے پھر ہوا دینا

پرانے پیڑ بہت سایہ دار ہوتے ہیں
نئے نگر جو بساؤ تو مت گرا دینا

یہ دل ہمارا کسی طور اب بہلتا نہیں
جو ہو سکے تو مرے خواب مجھ کو لا دینا

کبھی جو راہ میں مل جاؤ تو ٹھہر جانا
اُداس آنکھوں کے بجھتے دیے جلا دینا

غزل

کہیں حسرتوں کے بادل کہیں آنسوؤں کے موسم
کہیں خواہشوں کے لاشے کہیں آرزو کا ماتم

مرا دِل بھی رو رہا ہے مری آنکھ بھی ہے پُرنم
مری زندگی ہے گھائل کوئی مجھ کو دے دے مرہم

نہ تو اپنا کوئی ساتھی نہ ہی اپنا کوئی ہمدم
کبھی جان لے ہی لے گا یہ اکیلے پن کا عالم

مری ہر خوشی ادھوری مرا اَدھ کِھلا تبسم
مری آہ نا رسا ہے مرا بے اثر تکلم

سبھی خواب منتشر ہیں مری سوچ میں طلاطم
کئی بار مجھ پہ گزرا یہاں جاں کنی کا عالم

کہاں ہم پناہ ڈھونڈیں کہاں لینے جائیں مرہم
کبھی ہم خفا ہوئے تو کبھی کائنات برہم

ماہِ تمام

اس پری وش کا دِل نشیں چہرہ
زندگی کا پیام ہو جیسے
یا شبِ ہجر کی سیاہی میں
ایک ماہِ تمام ہو جیسے

غزل

کوئی جگنو نہ پاس ہو جیسے
اور بلبل اُداس ہو جیسے

شام غربت کی ڈھلنے والی ہو
اور کوئی نہ آس ہو جیسے

آپ سے مل کے جی نہیں بھرتا
ایک مدت کی پیاس ہو جیسے

جس طرف جاؤں ایسا لگتا ہے
وہ مرے آس پاس ہو جیسے

زخم دے کر کرے مسیحائی
زہر میں بھی مٹھاس ہو جیسے

غزل

پی کر تو نہیں آیا آنکھوں نے پلا دی ہے
کچھ میری شرارت ہے کچھ تم نے ہوا دی ہے

جلتی ہوئی سانسیں ہیں جذبات میں ہلچل ہے
بھیگے ہوئے موسم نے اِک آگ لگا دی ہے

ٹوٹا ہوا دِل لے کر جائیں تو کہاں جائیں
پھر میرے مسیحا نے جینے کی دُعا دی ہے

کچھ اپنی خطاؤں پر ہم کو بھی ندامت ہے
کچھ تیرے کرم نے بھی اُمید بندھا دی ہے

یارو نہ کہو کچھ بھی ماضی کے حوالوں سے
اب یاد نہیں کچھ بھی ہر بات بھلا دی ہے

غزل

دوستی کی حد ختم ہو گی جہاں
دشمنی آغاز کرتی ہیں وہاں

اپنے دامن سے یہ آنسو پونچھ لو
بے حسوں پر بے اثر آہ و فغاں

ہر کوئی اپنی لگن میں مست ہے
آدمی کو آدمی کا غم کہاں

بانٹ لے پھر آ کے سب رنج و اَلم
دردِ دِل پھر بڑھ گیا ہے جانِ جاں

آندھیوں سے ہم شکایت کیا کریں
باغباں نے روند ڈالا گلستاں

یا فلک نے بجلیاں مہمیز کیں
یا زمیں نے پھونک ڈالا آشیاں

کیوں؟

کیوں تری یاد نے شب بھر مجھے سونے نہ دیا؟
کیسی بے درد ہے خوابوں میں بھی ملنے نہ دیا
میرا قاتل ہے مسیحا ہے یا کچھ اور ہے وہ
زندگی سونپ دی لیکن کبھی جینے نہ دیا

تجربہ

موسموں کے رنگ جلتے دیکھنا
زندگی کا رُوپ ڈھلتے دیکھنا
تجربہ اِس کے سوا کچھ بھی نہیں
وقت کو کروٹ بدلتے دیکھنا

محرومی

میں پیاس کے صحرا میں بھٹکتا ہی رہا ہوں
اِک بوند کی خواہش میں تڑپتا ہی رہا ہوں
مجھ کو نہ مِلا سایۂ دیوار کہیں بھی
میں دھوپ میں سائے کو ترستا ہی رہا ہوں

آج پھر

آج پھر سوچ میں اِک آگ بھڑک اُٹھی ہے
آج پھر دل پہ قیامت کا سماں طاری ہے
آج پھر زیست سے ایمان اُٹھا جاتا ہے
آج پھر رُوح کسی بوجھ سے تھک ہاری ہے

دیکھی ہے

میں نے دیکھا ہے زمانے کا چلن بھی یارو
میں نے دُنیا کی بھی اک ایک ادا دیکھی ہے
میں نے پھولوں کو گرفتارِ خزاں دیکھا ہے
میں نے شعلوں میں بھی آسودہ وفا دیکھی ہے

کسی کو اُداس دیکھ کر

اُسے اُداس جو دیکھا تو یوں لگا تھا مجھے
کوئی بہار مِلی ہو کسی خزاں سے گلے
یا اُڑ رہا ہو سرِ ماہتاب غم کا دھواں
یا اک چراغ بجھا جا رہا ہو شام ڈھلے

خوشبو

جاناں اپنے لفظوں کو
جذبوں کی سانسیں دے دو
کاغذ کے اِن پھولوں کو
تھوڑی سی خوشبو دے دو

غزل

دھڑکنیں اب دِل کی مدھم ہو رہی ہیں
زندگی کی ساعتیں کم ہو رہی ہیں

آخری لمحے ہمارے قتل کی پھر
سازشیں یاروں میں باہم ہو رہی ہیں

خونِ دل آنکھوں سے چھلکا جا رہا ہے
خشک پلکیں آج پھر نم ہو رہی ہیں

جانے والے تو جہاں سے جا چکے ہیں
رونقیں دُنیا میں پیہم ہو رہی ہیں

کون ہے جو رو رہا ہے قبر پر یوں
آستینیں قبر میں نم ہو رہی ہیں

طوفان

دِل میں اِک درد اُٹھا ہے یارو
وہ ہمیں چھوڑ گیا ہے یارو
بجھ نہ جائیں کہیں آنکھوں کے دیے
کیسا طوفان بپا ہے یارو

شبِ تنہائی

رات کیوں درد کی نہیں کٹتی؟
سحر بھی آج کیوں گریزاں ہے؟
چاند نے بھی تو رُخ چھپایا ہے
بات کیا ہے یہ کیوں پریشاں ہے؟

کیسی آہٹ ہے صحن میں دیکھوں
ایسا لگتا ہے کوئی آیا ہے
دل بچھاؤں کہ اپنی آنکھیں یہاں
کوئی تو ہے جو ملنے آیا ہے

آ مرے پاس آ مرے ہمدم
تھام لے مجھ کو اپنی باہوں میں
کچھ خبر ہے تجھے کئی دن سے؟
کوئی بیٹھا ہے تیری راہوں میں

جُدائی

دُنیا ہمارے پیار کی ویران ہو گئی
اُن کی جدائی مَوت کا سامان ہو گئی
وقتِ وداعِ یار نہ کچھ بھی کہا اُسے
چھوٹی سی آرزو تھی، پشیمان ہوگئی

بچھڑا تو ساتھ اُس کے سبھی محفلیں گئیں
وہ کیا گیا بہار کی سب رونقیں گئیں
جن کی وجہ سے دل میں بھی بجتی تھی گھنٹیاں
نازک سے پائے یار کی وہ آہٹیں گئیں

گر وہ نہیں تو لگتا ہے دُنیا بھی وہ نہیں
حسرت زدہ حیات ہے جینا بھی وہ نہیں
غم کو چھپا رہے ہیں تبسم کی آڑ میں
چہرے پہ آج اپنا یہ چہرہ بھی وہ نہیں

مٹا ڈالو

ہم تم کو نہ روکیں گے
جو چاہے سُنا ڈالو
جو تیر ہیں ترکش میں
پھر ہم پہ چلا ڈالو
اِس دل کے شبستاں میں
چھوٹا سا دِیا جاناں
تم نے ہی جلایا تھا
تم آ کے بجھا ڈالو
جو ہم نے بنائے تھے
کچھ نقش خیالوں میں
وہ آج بھی ویسے ہیں
چاہو تو مٹا ڈالو

غزل

جب لہو میں ہی روشنی نہ ملی
پھر چراغوں کو زندگی نہ ملی

میرے گھر پر سفید پرچم تھا
میرے گھر کو ہی آشتی نہ ملی

چھان لی خاک ماہتاب کی بھی
پھر بھی انساں کو روشنی نہ ملی

تیری دُنیا کے اِس گلستاں میں
ہم فقیروں کو دلکشی نہ ملی

کون تھا وہ کہ جس کے مرنے پہ
ایک بھی آنکھ میں نمی نہ ملی

غزل

جب سے روشن یہ چاند تارے ہیں
جان! ہم منتظر تمہارے ہیں

خود سنورنا ہمیں نہیں آیا
بام و در عمر بھر سنوارے ہیں

کیا بتائیں تمہارے بِن ساتھی
روز و شب کس طرح گزارے ہیں

آپ روٹھو نہ ایک پل ہم سے
آپ تو زندگی سے پیارے ہیں

ساری دنیا کو ہو گئی ہے خبر
تم ہمارے ہو ہم تمہارے ہیں

ایک دل جیت کر بہت خوش ہیں
جو یہاں ہر قدم پہ ہارے ہیں

غزل

پرانے زخم بھرنے لگ گئے میرے
تُو ان پر ہاتھ رکھ کے پھر ہرا کر دے

ترے لہجے سے اب کٹتا نہیں ہے دل
ہلاہل بات میں تُو دو گنا کر دے

تمہاری قربتیں کب راس آتی ہیں
ہمارے درمیاں کچھ فاصلہ کر دے

خدایا! میں بھٹکتا ہوں ازل دن سے
تُو اب میرا ابد سے رابطہ کر دے

میں خود کو پھونک دوں یا سارے عالم کو
اے ذوقِ آگہی یہ فیصلہ کر دے

نیا سورج نکلنا چاہتا ہے اب
ذرا ان کھڑکیوں کو اُٹھ کے وا کر دے

غزل

دوستوں سے گلہ نہیں اچھا
آئینہ توڑنا نہیں اچھا

ہاتھ چھوٹے ترا تو سہ لیں گے
ساتھ چھوٹے ترا نہیں اچھا

آزمایا کرو حلاوت کو
تلخیوں کا نشہ نہیں اچھا

عشق بھی ہم نے کر کے دیکھا ہے
عاشقی کا صِلہ نہیں اچھا

پاس بیٹھو کبھی کبھی آ کر
جانِ جاں فاصلہ نہیں اچھا

ہمدوش

وہ جو ہمدوش تھا لگتا تھا جہاں بھی ہمدوش
رنگ اور نور میں ڈوبا وہ سماں بھی ہمدوش
اب بھی ہیں اس کی رفاقت کے نشے میں مدہوش
وہ بہت دُور مگر دِل ہے وہاں بھی ہمدوش

آج کا دن

آج پھر دن ڈھلا کتابوں میں
زندگی کے نئے نصابوں میں
ہم بھی تقسیم ہو نہ جائیں اب
دو و دو چار کے حسابوں میں

پنجابی گیت

اِک تُوں ہوویں، اِک میں ہوواں
اک وکھری وکھری تھاں ہووے
گُل بُوٹے ہو ون ہر پاسے
وچ ٹھنڈی مٹھی چھاں ہووے
اک وکھری وکھری تھاں ہووے
اِک تُوں ہوویں، اِک میں ہوواں

تُوں بُھل جاویں سب دُکھ اپنے
میں واراں تیتھوں سُکھ اپنے
نا ویکھیں مُڑ کے غم تُوں ویں
نا سوچاں میں وی دُکھ اپنے
ہُن ساہ وی اپنے ساجھے نے
ہُن ساجھے سارے دُکھ اپنے
اک دوجے وِچ ہن ساہ ہوون
اک دوجے وچ ای جاں ہووے
اک وکھری وکھری تھاں ہووے
اِک تُوں ہوویں، اِک میں ہوواں

آ ہسیے مِل کے ہاسے نی
نا ویکھیے آسے پاسے نی
نا آساں رکھیے لوکاں تے
جیڑھے جھوٹے دین دلاسے نی
چل چلیے دُور زمانے تُوں
جتھے نا کوئی انساں ہووے
اک وکھری وکھری تھاں ہووے
اِک تُوں ہوویں، اِک میں ہوواں

تُو وچھڑی کیناں راواں وِچ
میں لبدا تینوں باواں وِچ
تن لبدے لبدے ڈُب جانا
ہنجواں دے دریاواں وِچ
جے ہتھ وچ تیرا ہتھ ہووے
مینوں مرنا وی آساں ہووے
اک وکھری وکھری تھاں ہووے
اِک تُوں ہوویں، اِک میں ہوواں

اکھاں لگیاں سجناں راہواں تے
میں آیا آخر ساواں تے
اج بیٹھے بیٹھے مر جانا
سڑ دیاں بلدیاں راہواں تے
ہن دل کردا اے تُوں ہوویں
تیری زُلفاں دی او چھاں ہووے
اک وکھری وکھری تھاں ہووے
اِک تُوں ہوویں اِک میں ہوواں

شہباز قلندر کے فارسی کلام (۱)
کا منظوم اردو ترجمہ

میں کیا جانوں کہ آخر کیوں دمِ دیدار میں ناچوں
مگر میں ناز کرتا ہوں کہ پیشِ یار میں ناچوں

یوں عشقِ یار میں ہر دم، درونِ نار میں ناچوں
کبھی میں خاک پر لوٹوں، کبھی بر خار میں ناچوں

تُو جس دم گیت گاتا ہے میں اُس پر رقص کرتا ہوں
تُو جس بھی طور کہتا ہے، اے میرے یار! میں ناچوں

تُو وہ قاتل تماشے کو جو میرا خون کرتا ہے
میں وہ بسمل کہ زیرِ خنجرِ خوں خوار میں ناچوں

کبھی جاناں ادھر دیکھو کہ جانبازوں کی محفل میں
بہ صد سامانِ رسوائی، سرِ بازار میں ناچوں

اگرچہ قطرۂ شبنم، کسی کانٹے پہ نا ٹھہرے
مگر میں ایسا قطرہ ہوں، کہ نوکِ خار میں ناچوں

ارے وہ ایسی میخواری، کرے پامال ہر نیکی
کہ با تقویٰ و با جبہ و با دستار میں ناچوں

میں ہوں عثمان مروندی جو ہے منصور کا ساتھی
ملامت لوگ کرتے ہیں کہ بر سرِ دار میں ناچوں

(۱)

حضرت شہباز قلندر صاحب کا فارسی کلام

نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیدار می رقصم
مگر نازم بہ ایں ذوقے کہ پیشِ یار می رقصم

زعشق دوست ہر ساعت درون نار می رقصم
گہہ بارخاک می غلطم گہہ برخار می رقصم

تو ہر دم می سرائی نغمہ و ہر بار می رقصم
بہ ہر طرزِ کہ می رقصانیَم اے یار می رقصم

تُو آں قاتل کہ از بہرِ تماشا خونِ من ریزی
من آں بسمل کہ زیرِ خنجرِ خوں خوار می رقصم

بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہِ جانبازاں
بہ صد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم

اگرچہ قطرۂ شبنم نہ پوید بر سرِ خارے
منم آں قطرۂ شبنم بہ نوکِ خار می رقصم

خوش آں رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را
زہے تقویٰ کہ من با جبّہ و دستار می رقصم

منم عثمانِ مروندی کہ یارے شیخ منصورم
ملامت می کند خلقے و من بر دار می رقصم

غزل

کبھی تو مان ہی جائے گا وہ بھی روٹھا ہُوا
جسے منانے کو اب تک ہے کوئی بیٹھا ہُوا

جو اعتبار میں رکھ کے کہیں پہ بھول گیا
تجھے ملے کبھی شاید وہ ٹوٹا بکھرا ہُوا

مری انا نے پسِ پلک جس کو روک لیا
وہ اشک کس کے لیے آنکھ میں ہے ٹھہرا ہُوا؟

وہ جس نے عشق و محبت کو کر دیا تھا خجل
ہمیں ہے یاد ابھی تک وہ شخص بھولا ہُوا

نجانے کیوں ہمیں موہوم سی اُمیدیں ہیں
کبھی تو لوٹ کے آئے گا بھولا بھٹکا ہُوا

غزل

ترکِ تعلقات کا کوئی سبب نہ ہو؟
سورج غروب ہو تو بھلا کیسے شب نہ ہو؟

یادوں کا میرے پاس اثاثہ ہے قیمتی
مفلس تو تب کہو مجھے، کچھ پاس جب نہ ہو

اُس نے تو حبا کے نام بھی کچھ اور رکھ لیا
اُس سے ہمارا رابطہ شاید کہ اب نہ ہو

ملنے کو وہ جو آئے تو رخصت یہ جان ہو
میرے خدا وِصال میں ایسا غضب نہ ہو

میری لغت میں وہ ہی اماوس ہے دوستو!
روشن خیالِ یار سے جب کوئی شب نہ ہو

غزل

کبھی ہنساتے ہیں خود کو کبھی رُلاتے ہیں
ہمیں مناتے ہیں ہم کو جو روٹھ جاتے ہیں

اکیلے پن کا یہ سَم جب اثر دکھاتا ہے
تو اپنے آپ کو اپنے گلے لگاتے ہیں

حسینؑ ابن علیؑ ہوں یا خود علیؑ مولا
یہ ہی ہیں سجدے میں جو اپنا سر کٹاتے ہیں

کہیں وہ سر ہیں جو جھکتے ہیں غیر کے آگے
کہیں سناں پہ بھی قرآن کچھ سناتے ہیں

انہیں سناتے رہے ہم بھی حالِ دل اپنا
ہمارے حال پہ جو قہقہے لگاتے ہیں

غزل

نیند بھی اپنی نہیں
خواب بھی میرے نہیں

جانے کیا کیا دِل میں ہے؟
جانے کیا کہتے نہیں؟

کل بھی وہ میرے نہ تھے
آج بھی میرے نہیں

موت بھی ناراض ہے
مر کے بھی مرتے نہیں

یارو اپنے روز و شب
آج کل اچھے نہیں

بھنورا

تیرے ہونٹوں کے سُرخ پھولوں پر
ایک بھنورا نثار ہو بیٹھا
جان کر اِن کو زندگی اپنی
اپنے جیون سے ہاتھ دھو بیٹھا

موتی

سرخ ہونٹوں سے جھانکتے موتی
جس طرح سیپ میں چھپے موتی
لوگ جو چاہیں نام دیں اِن کو
تیرا شاعر اِنہیں کہے موتی

غزل

رُوح بے چین کرو دِل بھی دُکھاؤ جاناں
آج ہم خوش ہیں بہت، ہم کو رُلاؤ جاناں

نیند کی ہم پہ عنایت ہے کئی راتوں سے
زخمِ دِل جاگ اُٹھے اتنا جلاؤ جاناں

شوقِ پرواز نے پر توڑ دیے ہیں میرے
اب زمیں پر مجھے چلنا بھی سکھاؤ جاناں

دِلِ معصوم اندھیروں سے بُہت ڈرتا ہے
میرے آنگن میں کوئی چاند اُگاؤ جاناں

آج پھر تیری نگاہوں میں شناسائی ہے
آج یوں آنکھ سے مت آنکھ ملاؤ جاناں

غزل

روز و شب کا قرار کھو بیٹھے
جب دِلِ غمگسار کھو بیٹھے

ہم نے خوشبو کو تھامنا چاہا
ہائے اپنا وقار کھو بیٹھے

تم تعاقب میں ہو سرابوں کے
ہوش پھر ایک بار کھو بیٹھے؟

دِل دریچے نہیں کھلا کرتے
جب کوئی اعتبار کھو بیٹھے

ایک ناداں سے دوستی کر کے
ہم بھی دل کا قرار کھو بیٹھے

غزل

شعر کہنے میں کیا مزا ہو گا
میرا سامع تو جا چکا ہو گا

سونے والے کبھی یہ سوچا ہے
رات بھر کوئی جاگتا ہو گا

اُس نے پیچھے کو مُڑ کے دیکھا تھا
وہ بھی پتھر کا ہو گیا ہو گا

آج پھر بے قرار ہے سوہنی
آج دریا چڑھا ہُوا ہو گا

وہ یہاں مدتوں سے بیٹھا ہے
اُس کی لیلیٰ کا راستہ ہو گا

جانے والے کو وہ نہ روک سکا
دل کو پتھر کا کر لیا ہو گا

آندھیوں کو جو مات دیتا ہے
وہ دِیا خون سے جلا ہو گا

دوستو! آؤ پھر جلا ڈالو
آشیاں میرا بن چکا ہو گا

پیار اُس کا بھی ایک دریا ہے
آج اُترا ہے کل چڑھا ہو گا

غزل

تم نہ آؤ گلہ نہیں کرتے
ہم تمہیں بے مزا نہیں کرتے

تیرا غم آس پاس ہوتا ہے
ہم اکیلے رہا نہیں کرتے

جن کو آساں نہیں وفا کرنا
ایسے پیماں کیا نہیں کرتے

پاس رہ کر بھی فاصلے رکھنا
جانِ جاں اِس طرح نہیں کرتے

ساقیا! تشنگی قبول ہمیں
مانگ کر ہم پیا نہیں کرتے

جن کو اپنوں نے درد بخشے ہوں
وہ کبھی بھی ہنسا نہیں کرتے

جب گلستاں میں آگ لگتی ہے
آسماں بھی وفا نہیں کرتے

یار کتنے عجیب فطرت ہو
کچھ کہا اور سُنا نہیں کرتے

غزل

اِس زمانے میں پیار؟ ناممکن
اب کوئی غمگسار؟ ناممکن

اُس کی آنکھوں میں پیار ممکن ہے
اُس کے دل میں بھی پیار ناممکن

دشمنوں پر یقین ہو شاید
دوست پر اعتبار ناممکن

ہم چلے جائیں گے مگر یارو!
تم کرو انتظار ناممکن

جس کے دِل پر خزاں کے پہرے ہوں
اُس کے رُخ پر بہار ناممکن

اُٹھ گیا جو قدم وہ رُک جائے؟
تم کہو بھی تو یار ناممکن

یہ بھی لگتا ہے اک نیا دھوکا
وہ ہُوئے شرمسار ناممکن!

غزل

زمانہ تیز چلتا جا رہا ہے
یا دلدل میں اُترتا جا رہا ہے

لٹیرے بن گئے منصف یہاں اب
ستم انصاف بنتا جا رہا ہے

نگر سنسان ہے تاریک راہیں
ترا غم ساتھ چلتا جا رہا ہے

بہت بے رنگ تھی یہ شاعری بھی
تُو اس میں رنگ بھرتا جا رہا ہے

تری آنکھیں بدلتی دیکھ کر اب
فلک تیور بدلتا جا رہا ہے

ذرا اپنی ہتھیلی دیکھیے تو
ہمارا نام مٹتا جا رہا ہے

گیت

یہ دُکھ کے بادل یہ غم کے سائے
کہاں کہاں ہمسفر رہیں گے؟
کہاں ملے گا نشانِ منزل؟
کہاں مسافت کے دِن کٹیں گے؟

تمہاری دنیا کے کیسے رشتے
کہاں کے بندھن کہاں کے ناطے
پلک جھپکتے یوں ٹُوٹ جائیں
کہ جیسے پھر نا کبھی جُڑیں گے

یہ اپنی باتیں سنبھال رکھنا
نہ دِل لبھانے کی فکر کرنا
بہت ستایا ہمیں جہاں نے
جو مسکرائے تو رو پڑیں گے

نہ ہاتھ ہاتھوں میں پکڑو میرا
نہ اپنے شانوں کا دو سہارا
کہیں تمہیں کھو دیا سفر میں
تو پھر کبھی بھی نہ جی سکیں گے

غزل

یہ قافلے جیون کے گزر جائیں گے اِک روز
حالات کے مارے ہوئے مر جائیں گے اِک روز

بے چین تمنا ہے پریشان خیالات
لگتا ہے کہ ہم جاں سے گزر جائیں گے اِک روز

آؤ بنا دو ناں مری الجھی ہوئی تقدیر
بکھرے ہوئے گیسو تو سنور جائیں گے اِک روز

اب تک اُنہیں دامن میں لئے پھرتے ہیں کچھ لوگ
جو پھول محبت کے بکھر جائیں گے اِک روز

اِس آس پہ جیتے ہیں ابھی تک اے مرے دوست
بگڑے ہوئے حالات سنور جائیں گے اِک روز

ٹھٹھری ہوئی اس رات میں رستے پہ پڑے لوگ
لگتا ہے یونہی یہ بھی گزر جائیں گے اِک روز

غزل

زندگی کیا ہے؟ بلبلہ جیسے
چند لمحوں کا سلسلہ جیسے

مہر و اُلفت کا ذکر کیا کرنا
خواہشوں کا ہے سلسلہ جیسے

ہر نظر پر گناہ کا دھوکا
ہر تبسم ہو بے وفا جیسے

اِن کے دل رات کی طرح کالے
دیکھنے میں ہیں آئینہ جیسے

دَر حقیقت یہی لٹیرے ہیں
جو بظاہر ہیں رہنما جیسے

بار ہا میکدے میں دیکھے ہیں
یہ جو لگتے ہیں صوفیا جیسے

تیری میری حیات کا نقشہ
دو کناروں میں فاصلہ جیسے

چراغ

ہم نے یہاں حیات گذاری ہے اس طرح
جیسے کوئی چراغ سرِ رہگزر جلے
دُنیا کو بانٹتے رہے ہم روشنی یہاں
لیکن ہیں اپنے آپ میں ہم عمر بھر جلے

آنکھیں

معصوم سی، ہنستی ہوئی وہ پیاری سی آنکھیں
جیسے کسی معبد میں ہوں جلتی ہوئی شمعیں
تارے کسی مہتاب کے پہلو میں ہوں جیسے
جیسے کسی پربت میں ہوں ٹھہری ہوئی جھیلیں

پنجابی غزل

جھوٹی اُلفت جھوٹا اے پیار
رُل گئے اج قول اقرار

کوئی نا لبھدا سچا متر
کوئی نا کردا سچا پیار

ساڈے دشمن سارے ایہ لوگ
ساڈا ویری ہویا سنسار

ہر کوئی کھیڈے دلاں نال
ساڈی جِت وی ہوندی ہار

چنگے مندے جو وی آں یار
سانوں بخشو آخری وار

سلامِ آلِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مرے کفن پہ بھی لکھنا غلامِ آلِ نبی
مری حیات ہے یارو بنامِ آلِ نبی
دُرود بھیج کے دیکھو وفا شعارو کبھی
تمہارا دِل تمہیں دے گا سلامِ آلِ نبی

غزل

کس کا دل گھائل ہُوا ہے روح کس کی خونچکاں
اس اندھیری رات میں یہ کون ہے نوحہ کناں

ٹوٹ کر ریزہ ہوا ہے کس کی عفت کا نگیں
آندھیاں ہیں زور پر پھر سرنگوں ہے آسماں

اُس گلی میں لُٹ گئی ہے ایک ماں کی زندگی
آندھیوں میں اُڑ گیا ہے اک بہن کا آشیاں

اب ضرورت ہے دہر میں پھر امامِ عصر کی
پھر حیا کی رفعتوں سے گر رہا ہے نوجواں

مسجدیں ویران ہیں دہشت گری کے خوف سے
مدتوں سے بند ہیں خانہ خدا کی کھڑکیاں

مکتبوں کی راہ پر علم و ہنر کا یہ سفر
منزلوں کے واسطے بھی چاہئے عمرِ رواں

میرے گھر کے پاس بھی اب اَن گنت ہیں مہرباں
بجلیوں کی زد میں جیسے فاختہ کا آشیاں

معذرت

(بہن ڈاکٹر صبا کے نام خط)

بعد مدت کے آج پھر بہنا
چند الفاظ تیری خدمت میں
پیش کرتا ہوں معذرت کر کے
میرے دامن میں معذرت کے سوا
اور کچھ بھی نہیں رہا باقی
معذرت سب سے بے وجہ میری
معذرت تم سے خط نہیں لکھتا!
ایسا لگتا ہے زندگی میری
معذرت کی کتاب ہو جیسے
اک زمانہ تھا میرے دامن میں
اتنے الفاظ تھے کہ لگتا تھا
زندگی ختم ہو گی جب میری
میرے الفاظ ناں ختم ہوں گے
اتنے الفاظ تھے مگر اک یہ
معذرت ہی مزاج میں نا تھا
کل بھی اک وقت تھا جو گذرا ہے

اب بھی اک وقت ہے جو ٹھہرا ہے

چند الفاظ تیری خدمت میں
ایک مدت کے بعد لکھنے پر
معذرت، مستجاب ہو میری
یہ دُعا ہے کہ تیرے آنگن میں
پھول کھلتے رہیں اُمیدوں کے
غم نہ تم کو ملے کبھی کوئی
دیپ روشن رہیں نصیبوں کے
تُو سلامت رہے سدا یونہی
تیرے دل کو قرار ہو ہر دم
تیرے نخلِ حیات پر بہنا
مہرباں یہ بہار ہو ہر دم
تجھ پہ اللہ کی مہربانی ہو
تیرے جیون میں شادمانی ہو
صحت کاملہ ملے تجھ کو
زندگی تیری جاودانی ہو

اعتراف

میری باتوں میں طنز شامل ہے
میرا لہجہ بھی کچھ کسیلا ہے
کڑوے لفظوں کا پیرہن پہنے
کتنی تیکھی زبان ہوتی ہے
جیسے برچھی ہو زہر میں ڈوبی
جیسے نفرت کا ہو کوئی خنجر
میں نہ جانوں کہ کیا ہے یہ سب کچھ
میں نہ جانوں کہ کیوں ہے یہ سب کچھ
جو بھی کچھ ہے وہ میرے دِل میں ہے
جس کے رستے بہت ہی کومل ہیں
اِن پہ پھیلا ہے پیار کا مخمل
ان پہ بکھرے ہیں گُل محبت کے
تم ذرا آؤ آ کے دیکھو تو
ان پہ پاؤں بھی رکھ کے دیکھو تو
اس میں پنہاں ہے پیار کی گرمی
دوستی کا گداز سا رستہ
اور محبت کی مخملیں دھرتی
میری باہیں تمہاری خاطر ہیں
اِن میں آ کر سما بھی جاؤ ناں

میری باتوں کو بھول کر جاناں
میری آنکھوں میں آ بھی جاؤ ناں
تلخیاں جو تھیں بھول جا اُن کو
رنجشیں جو ہیں آج جانے دو
بیتے لمحوں کو یاد میں لاؤ
توڑ دو مصلحت کی زنجیریں
میرے کاندھے سے لگ کے مُسکاؤ
جیسے ماضی میں مسکراتی تھیں
میرے پہلو میں آ کے چپکے سے
دھیرے دھیرے سے لب ہلاتی تھیں

بھول جانا

میری تصویر پہ مت پھول چڑھانا پیارے
مرے مرجانے پہ مت اشک بہانا پیارے
بھول جانا مجھے اک خواب کی صورت جاناں
میری باتوں کو نہیں یاد میں لانا پیارے

سازش

کس درجہ ہے مکمل سازش مرے خوں کی
خنجر ہے ہاتھ میں تو آنکھوں میں چاہتیں
اِس دل فریب رَہ پر چلنا ذرا سنبھل
اِس میں قدم قدم پر پھیلی ہیں سازشیں

تل

اللہ رے حسن یار پہ جوبن تو دیکھیے
جیسے ہو ماہتاب عروجِ شباب پر
کتنے دِلوں کے تار ہلا کر وہ توڑ دے
چھوٹا سا ایک تل وہ رُخِ بے نقاب پر

زندان میں پھول

یہ قیدی چھوڑ دو، اِن کو رہا کردو رے صیاد و!
بہت معصوم ہیں، نادان ہیں، دونوں ہی بچے ہیں
تمہارے جبر کے مفہوم سے ہیں بے خبر اب تک
اِنہیں تو ظلم کے اسباب بھی معلوم کیا ہوں گے
قفس کو تیرے اپنا گھر سمجھ بیٹھے ہیں بیچارے
کیا چڑیا کے بچّوں کو کبھی کابُک میں دیکھا ہے
نہیں! اِس خودغرَض دُنیا میں ایسا تو نہیں ہوتا
کیا تم نے کبھی پھولوں کو زندانوں میں دیکھا ہے؟
نہیں اس سنگدل عالم میں ایسا بھی نہیں دیکھا
تو پھر تم بھی یہ بچے چھوڑ دو، اِن کو رہا کردو
بہت معصوم ہیں، نادان ہیں، دونوں ہی بیچارے
خدا کے واسطے بچوں سے ان کا پاپا مت چھینو
اُنہیں پاپا سے ملنے دو، یوں اِن سے اِن کے پاپا کی
محبت کو نہیں چھینو، موّدت کو نہیں چھینو

سوال

کسی بدلی کی آنکھوں سے
کبھی دھرتی کے سینے پر
کوئی آنسو جو گرتا ہے
تو خوشبو پھیل جاتی ہے
ترے سینے سے لگ کر جب
کبھی پاپا کی فرقت میں
جو بٹیا کسمساتی ہے
کئی آنسو بہاتی ہے
کیا تیرے بھی سینے میں
کوئی جذبہ مچلتا ہے؟
کوئی آنسو جو گرتا ہے
تو خوشبو پھیل جاتی ہے؟

غزل

اُنگلیوں سے نوچ کر ناخن مرے
شادماں سب ہو گئے دشمن مرے

وہ بساتے پھر رہے ہیں بستیاں
پھر غزہ میں پھونک کر خرمن مرے

میرے بچے بن گئے قیدی وہاں
کربلا میں لٹ گئے تن من مرے

لُوٹ کر سارے اثاثے بھی مرے
ہیں لگے پیچھے ابھی رہزن مرے

وہ ستم کی حد تمہاری ہے کہاں؟
اُس جگہ لے چل مجھے دشمن مرے

معذرت کرنے گیا تھا میں وہاں
مِل گئے مجھ کو وہیں ساجن مرے

التجا

وہ شرارہ جو ایک مدت سے
منتظر تھا وہاں کہ آگ بنے
آج شعلوں کا پیرہن پہنے
ناچتا پھر رہا ہے گلشن میں
جانے کس کس کو راکھ کر ڈالے
جانے کس کس کا آشیاں پھونکے
جانے کب اِس کی پیاس مٹتی ہے
جانے کب اس کی آگ بجھتی ہے
ہم تو جل ہی چکے مگر سوچو
اپنے معصوم اِس کی زد میں ہیں
اِس سے پہلے کہ اُن کے دامن تک
اِس کا بے درد ہاتھ جا پہنچے
روک لو آندھیاں عداوت کی
پیار کے اَبر پھر سے برساؤ
اتنا برسو کہ ایک ہو جل تھل
شعلے خود اپنی مَوت مر جائیں
اپنے دو پھول زندگی پائیں

غزل

بات بگڑے بھی اگر، بات بناتے رہنا
رُوٹھ جائے جو کوئی تم ہی مناتے رہنا

بات کرنے سے رہ و رسم بڑھا کرتی ہے
بات بے بات سہی، بات چلاتے رہنا

بے سبب یونہی نہیں چھوڑ کے جایا کرتے
جب بھی کچھ وقت ملے، ملتے ملاتے رہنا

جانے کس شام وہ بھوُلا ہُوا راہی آئے
دل کے آنگن میں کوئی دیپ جلاتے رہنا

دوستوں نے مرے جینے کا سبب جان لیا
دشمنو! تم نہ کوئی کشٹ اُٹھاتے رہنا

غزل

تمہاری بزم میں آیا ہوں ڈھونڈتا خود کو
تمہی ہو آئینہ جس میں ہوں دیکھتا خود کو

میں خود پسند ہوں نا ہی کوئی اَنا والا
خودی کے جام سے لیکن ہوں سینچتا خود کو

اگر میں ہوتا کوئی چاند تیری راتوں کا
تمہاری جھیل سی آنکھوں میں دیکھتا خود کو

عزیزو! میں یہاں سولخت ہوں کئی دن سے
کسی نے دیکھا کبھی مجھ کو بانٹتا خود کو؟

مجھے بھی چاہیے ادراک کچھ زمانے کا
کبھی تو میں بھی بصیرت سے سینچتا خود کو

(بم دھماکوں کے بعد)

کچھ پُرنم آنکھیں دہلیزوں سے دن بھر اُلجھا کرتی ہیں
پھر شب کے آنچل پر اشکوں سے تارے ٹانکا کرتی ہیں
کچھ بوڑھے اپنے بیٹوں کو کاندھا دیتے مر جاتے ہیں
کچھ اُجڑی مائیں چوراہوں پر سینہ پیٹا کرتی ہیں

سانولی لڑکی

تیری آنکھوں میں خواب پلتے ہیں
خوبصورت سی سانولی لڑکی
چاند سے بھی حسیں ترا چہرہ
تیرے لہجے میں چاشنی شیریں
کانچ جیسا ہے یہ بدن تیرا
مجھ کو ڈر ہے کہ ٹوٹ جائے گی
چاند چہرے کو ناں لگے گرہن
دل کو رہتا ہے واہمہ یہ بھی
لٹ نہ جائیں کہیں ترے سپنے
گم نہ ہو جائیں شوخیاں تیری
تیرے لہجے کی چاشنی شیریں
ہو نہ جائے کہیں کسیلی سی
روشنی ہے تمہاری آنکھوں میں
تری رفتار سے جلے ہرنی
عشق کے راستے نہیں آساں
ان پہ بکھری ہے آتشِ غم بھی
جا بجا خار زارِ ہجراں ہے
دوریاں ہیں یہاں عمر بھر کی

تیرے نازک سے یہ چرن لیکن
نا شناسا ہیں راہ سے ایسی
مان لے سانولی کہا میرا
موڑ لے پاؤں راہ سے اب بھی

یار کے آنے سے

رنگوں میں رنگ گھل گئے ہوں جیسے
شب اور دن گلے مل رہے ہوں جیسے
ایسا لگتا ہے یار کے آنے سے
دل میں غنچے چٹک گئے ہوں جیسے

جب نہ آئے تُو

ہر خوشی غم میں ڈھل رہی ہو
زندگی ہاتھ مَل رہی ہو
جب نہ آئے تُو یہ لگتا ہے
آرزو کوئی جَل رہی ہو

غزل

تُو مرا اعتبار ہی کر لے
اس ندی کو بھی پار ہی کر لے

وہم سارے نکال دے دل سے
دل کو بے اختیار ہی کر لے

اتنی جلدی میں فیصلہ مت کر
اک ذرا انتظار ہی کر لے

میں بھی کرلوں کوئی نیا وعدہ
تو نیا اعتبار ہی کر لے

نفرتوں میں بھلا ہے کیا رکھا
پیار پھر ایک بار ہی کر لے

دل کی باتیں

میں تو ساغرؔ ہوں نہ ساحرؔ ہوں نہ فرحتؔ غالبؔ
میں تو واقف ہی نہیں شعر وسخن کے فن سے
وہ جسے شاعری کہہ ڈالا مرے یاروں نے
ساری باتیں ہیں مرے دل کی مرے ہی من سے

غزل

اُن کی باتوں نے ظلم ڈھائے بہت
ہم نے پھولوں سے زخم کھائے بہت

ایسے لوگوں سے کیا شکوہ گلہ
ایسے لوگوں نے دِل دُکھائے بہت

اُن کو آنا تھا نا وہ آئے مگر
در و دیوار تو سجائے بہت

بات ایسی تو کچھ نہیں تھی وہاں
اشک آنکھوں میں جھلملائے بہت

وہ بھی ہنستے ہیں بے بسی پہ مری
جن کی خاطر ستم اُٹھائے بہت

غزل

زندگی کا سفر تمام کروں
تھک گیا ہوں کہیں قیام کروں

اُس نے وعدہ کیا تھا شام ڈھلے
پھر چراغوں کا اہتمام کروں

میں اکیلا مگر یہ لمبا سفر
یاد اس کو ہی گام گام کروں

میرے سپنوں میں تم جو آؤ کبھی
ساری نیندیں تمہارے نام کروں

غزل

مہرباں ہو کے بھی بلاؤ کبھی
میری خاطر ہی لوٹ آؤ کبھی

تم جلاتے ہو ظلمتوں میں دیے
میرے دل میں حضور آؤ کبھی

جان جاتی ہے دیکھو کیسے یہاں؟
آؤ پھر آ کے لوٹ جاؤ کبھی

تیرے خوابوں کے تذکرے ہیں بہت
میری آنکھوں کو بھی دکھاؤ کبھی

آگ لگتی ہے پانیوں میں یہاں
دیکھنا ہے؟ ہمیں رلاؤ کبھی

مر کے بھی آنکھ بند ہو گی نہیں
کوئی وعدہ تو کر کے جاؤ کبھی

ہم دکھائیں گے رقص کرتی غزل
سازِ اُلفت کو تم اُٹھاؤ کبھی

بات کرنے سے جب نہ بات بنے
خامشی کو پھر آزماؤ کبھی

غزل

رکھتے جو ہیں حسابِ سود و زیاں بہت
ہم نے سنی ہے اُن کی آہ و فغاں بہت

اے اضطرابِ دل تُو اتنا خیال کر
درپیش ہیں اُنہیں بھی مجبوریاں بہت

اِس راہِ عاشقی میں ہیں خارزارِ غم
کس کو ملی ہے منزل یا گلستاں بہت؟

اُن کو تو زندگی کا اک باب مل گیا
پاگل ہیں ہم جو پھرتے ہیں خوش گماں بہت

وہ دیکھتے ہیں جیون اپنی نگاہ سے
جن کو ملیں جہاں میں محرومیاں بہت

اے طائرِ تصور کیا اُس کی جستجو
اُس چاند کی تو ہم سے ہیں دُوریاں بہت

آرمی پبلک سکول پشاور پر حملہ کرنے والے شیطان

اب جا کے کہیں مجھ پہ یہ اسرار کھلا ہے
انساں کے لبادے میں ہی ابلیس چھپا ہے

عصمت دری ڈاکہ زنی خوں ریزی تباہی
ان ''چار عناصر'' سے یہ شیطان بنا ہے

کہنے کو تو انساں ہے یہ خوں خوار درندہ
انساں کا لہو اس کی پسندیدہ غذا ہے

بارود کی جیکٹ میں جو سرحد پہ گیا تھا
بندوق لیے آج وہ مکتب میں کھڑا ہے

کل پھر کسی بازار یا مسجد میں ملے گا
جو آج یہاں اپنے دھماکے میں مرا ہے

اب چھوڑو بیاں بازی کو اُٹھو اسے ڈھونڈو
یہ آپ کی گلیوں میں مکانوں میں چھپا ہے

(۱) واہگہ بارڈر (۲) آرمی پبلک سکول، پشاور

پہلے آرمی پبلک سکول پھر باچا خان یونیورسٹی پر حملہ

جب نوجوان کلیاں خزائیں نگل گئیں
جب فاختائیں امن کی خنجر تلے کٹیں
جب علم کے چراغ بھی آندھی نے گل کئے
جب تشنہ کام علم کے پیاسے ہی مر گئے
جب سینکڑوں گھروں میں وہ ماتم بپا ہوا
پھر ماؤں کے کلیجے بھی اس غم سے پھٹ گئے
پھر بوڑھے باپ لاشے اُٹھاتے ہی مر گئے

کیسے؟

کبھی مسکرا کے ملا کرو
کبھی ہنس کے باتیں کیا کرو
یہی مجھ سے کہتے ہیں سب سجن
کبھی خوش بھی یارا رہا کرو

مرے یار تو ہیں یہ سب مگر
نہیں حالِ زار کی کچھ خبر
مرا دیس روتا ہے پھر لہو
یہاں کٹ رہے ہیں اخی پر

سرِ شام بکتی ہیں عصمتیں
شب و روز لٹتی ہیں چادریں
یہاں ظلم پھر سے ہے سرگرم
یہاں حق پہ چھائی ہیں ظلمتیں

یہاں عدل بھی اندھا ہو چکا
سبھی بے ضمیر ہیں حکمراں
یہاں دِین فرقوں میں بٹ گیا
یہاں مسجدیں ہیں لہو لہاں

کہو مسکرا کے ملا کروں؟
کہو ہنس کے باتیں کیا کروں؟
کبھی تم بھی سوچو مرے سجن!
بھلا کیسے خوش میں رہا کروں؟

ٹھیک ٹھاک

بیگم کی ہاں میں ہاں جو ملاتے ہیں ٹھیک ٹھاک
وہ ہی سکون گھر میں بھی پاتے ہیں ٹھیک ٹھاک

سر کو نہیں جھکاتے جو بیگم کی بارگاہ
سر پر عذاب اپنے اٹھاتے ہیں ٹھیک ٹھاک

موچھوں کو دے کے بل جو نکلتے ہیں صبح و شام
بیگم سے گھر میں جوتیاں کھاتے ہیں ٹھیک ٹھاک

قسمت سے جب وہ جاتی ہے میکے میں بھاگوان
آنکھیں پڑوسیوں سے لڑاتے ہیں ٹھیک ٹھاک

گدھا غریب
(ایک خبر)

میں نے کہا کریمیں لگاتی ہو جو بھی تم
کھالوں سے یہ گدھے کی، پیاری بنی ہیں اب
کہنے لگی کہ تم کو خبر کیسے ہو گئی؟
میں نے کہا کہ خبریں یہ ''نیٹ'' پر لگی ہیں اب
کہنے لگی کہ میں بھی پریشان تھی کہ کیوں
پھر تم پہ میری دونوں ہی لاتیں چلی ہیں اب

میں نے کہا کہ کل وہ کھلایا تھا تم نے کیا؟
کہنے لگی کہ بیف تھا، کیا کچھ عجیب تھا؟
میں نے کہا کہاں سے لے آئی ری بھاگوان؟
کہنے لگی قصائی جو گھر سے قریب تھا
میں نے کہا کہ لے لے گدھا خوری کا مزا
کل اُس کے گھر میں دیکھا گدھا ہی غریب تھا

آؤ واپس چلیں بچپن کے نگر میں

آؤ واپس چلیں بچپن کے نگر میں یارا
ڈھونڈ کے لائیں سبھی ٹوٹے کھلونے یارا

کانچ کی چوڑیاں، کپڑے کے وہ گڈی گڈا
چند اخروٹ بھی ،کنچے بھی، وہ گلّی ڈنڈا

دھوبی ڈنڈے سے وہ گلیوں میں کرکٹ اپنی
ہاکی کا کھیل وہ نانا کی چھڑی سے اپنا

بات بے بات ہی آپس میں جھگڑنا سب کا
ایک دوجے کی قسم کھا کے وہ توبہ کرنا

دودھ پینے پہ کئی بار بنانا مونہہ کو
گرم کمبل میں وہ امّاں سے کہانی سننا

صبح اسکول کو جانے پہ بہانے بازی
اور چھٹی پہ اُچھل کود میں گھر کو آنا

توڑ کے آم وہ مالی سے بچانا آنکھیں
جلتی دوپہروں میں پیڑوں پہ لپک کر چڑھنا

ریڑھی والے سے کبھی کھانا وہ آلو چھولے
پڑ کے بیمار کیلیے سے وہ شربت پینا

میرؔ کے شعروں کو غالبؔ کا بنانا اکثر
جڑنا اقبالؔ کی نظموں میں تخلص اپنا

ہائے بچپن کی وہ معصوم خطائیں یارو
ہائے اُن پر وہ بڑی سخت سزائیں پانا

پھر بھی آتا ہے بہت یاد وہ بچپن اب تو
جاؤ ماضی میں اُسے ڈھونڈ کے یارو لانا

غزل

دُنیا کا ٹھکانا تو جز وقتی ٹھکانا ہے
رہنا ہے وہیں جا کر جو اصل ٹھکانا ہے

جب اُس نے بلانا ہے ہر ایک کو جانا ہے
پھر اس سے مفر ہے نا ہی کوئی بہانہ ہے

کچھ زادِ سفر لے لو تیار بھی ہو جاؤ
رستہ ہے بہت مشکل اور دُور بھی جانا ہے

یہ زر و جواہر تو بس آنکھ کا دھوکا ہیں
قرآن کے اندر ہے جو اصل خزانہ ہے

جو آلِ محمد کی کشتی میں نا بیٹھے گا
باطل کے بھنور اُس کو پھر ڈوب ہی جانا ہے

غزل

مجھے اپنا آپ بھلا دیا
میں کیا تھا کیا ہی بنا دیا

کبھی لکھ لیا مجھے ہاتھ پر
کبھی لکھ کے پھر سے مٹا دیا

کبھی چُن لیا مجھے خاص کر
کبھی خاکسار بنا دیا

مجھے قیدِ ہجر میں ڈال کر
وہ وفا کا پہرا لگا دیا

درو بام مجھ پہ بھی رو پڑے
مجھے غم نشان بنا دیا

وہ مرے نصیب کی آندھیاں
سرِ شام مجھ کو بجھا دیا

یہ ترے کرم کی ہیں بارشیں
مجھے اشک اشک بہا دیا

یا نبی یا نبی
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

یا نبی یا نبی یا نبی یا نبی
آپ ہی ہیں مرا آسرا آخری
یا نبی یا نبی یا نبی

ہے ''اُحد'' سے بڑا میرا ہر اک گنہ
آپ ہی کے کرم سے ہو بخشش مری
یا نبی یا نبی یا نبی

روزِ محشر جو آؤں میں سہما ہوا
پھر شفاعت ملے مجھ کو بھی آپ کی
یا نبی یا نبی یا نبی

غرقِ بحرِ ندامت ہوں آج میں
یا شہِ انبیا تھام لیں مجھ کو بھی
یا نبی یا نبی یا نبی

پھول پتے ستارے یہ ماہ و مہر
آپ ہی کی ثنا کر رہے ہیں سبھی

یا نبی یا نبی یا نبی یا نبی

آپ کے ہاتھ پر سنگ کلمہ پڑھیں
آپ کی راہ میں سر نِگوں ہر کوئی
یا نبی یا نبی یا نبی

آپ کے حکم سے مِہر واپس مڑا
جو اشارہ ملا شق ہوا ماہ بھی
یا نبی یا نبی یا نبی

ہائے طائف تری وادیوں کا ستم
ہائے سرکار کی وہ کرم گُستری
یا نبی یا نبی یا نبی

اے قبا تیری قسمت ہے رشکِ زمیں
تجھ کو حاصل ہے آقا کی خدمت گری
یا نبی یا نبی یا نبی

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

غزل

مری ناکام حسرت جو کبھی ہنس دی کبھی رو لی
ترے کاندھے پہ سر رکھ کے گھڑی بھر کے لئے سو لی

مجھے خاموش رہنے دو کہیں ایسا نہ ہو یارو!
تمہیں بھی چُپ سی لگ جائے جو میں نے یہ زباں کھولی

مجھے معلوم ہے لوگو! بُرا مشہور ہوں کیونکہ
جہاں پر میرا دل بولا وہیں میری زباں بولی

میں حرماں بخت چلنے کا ہنر بھی بھول بیٹھا تھا
وہ زنجیرِ گراں اُس نے مرے پاؤں سے جب کھولی

بنے گا وہ بھلا کیسے تمہاری زلف کا قیدی
یوں پیچ وخم میں دنیا کے ہو جس نے زندگی رو لی

اُسے عشق و محبت کی حقیقت کا علم کیا ہے
جو خوابوں اور خیالوں سے ہی بھر کے دے گیا جھولی

یہ دہشت گرد شیطاں ہیں یہ حیوانوں سے ہیں بد تر
بنے پھرتے ہیں انساں جو لہو سے کھیل کر ہولی

غزل

اب کہیں بھی نظر نہیں آتا
شام کو بھی وہ گھر نہیں آتا

ہم بھی روشن دِیا نہیں کرتے
جب سے وہ بھی اِدھر نہیں آتا

گِر پڑا جو اُسے اٹھانے کو
اب کوئی ہم سفر نہیں آتا

روشنی اتنی بڑھ گئی ہے اب
کچھ بھی مجھ کو نظر نہیں آتا

جھوٹ بولوں تو کس طرح یارو؟
مجھ کو یہ بھی ہنر نہیں آتا

اک صدف منتظر ہے برسوں سے
ابرِنیساں مگر نہیں آتا

غزل

مجھ کو نہ میرے پیچھے آواز دے کوئی
میں جا رہا ہوں چاہے کچھ بھی کہے کوئی

کچھ درد ہے جہاں کا کچھ فکرِ زندگی
پھر کیسے دل لگی کی خواہش کرے کوئی؟

میں خوش ہوں من ہی من میں، خوش رہنے دو مجھے
یوں بھنگ رنگ میں ناں ڈالا کرے کوئی

میں تو شجر ہوں یارو! بے برگ و بے ثمر
کیوں آس پاس میرے بیٹھا کرے کوئی؟

کتنے غرور اب تک مِٹی میں مل گئے
اے کاش اس طرف بھی دیکھا کرے کوئی

سب کو لگا ہے غم یاں اپنے حقوق کا
کچھ قوم کے لئے بھی سوچا کرے کوئی

غازی علم دین شہید

نبیؐ کے عشق کی آسودگی میسّر تھی
اُسے تو دار پہ بھی زندگی میسّر تھی

وہ ایک شخص جو ذرّے سے ہو گیا سورج
نبیؐ کے نور کی تابندگی میسّر تھی

جسے چہار سو آقاؐ دکھائی دیتے تھے
وہ کیسی آنکھ تھی کیا روشنی میسّر تھی

زمیں پہ بیٹھ کے افلاک گھوم لیتے تھے
وہ جن فقیروں کو دیوانگی میسّر تھی

وہ چاند چہرہ تہِ خاک چھپ گیا اُس کا
زمیں پے جس کی کبھی چاندنی میسّر تھی

غزل

نہیں اب نہ ہوگا یہ درد کم
مری روح پر ہیں کئی ورم

مجھے کیا روگ ہے لگ گیا؟
لہو لکھ رہا ہے مرا قلم

نہ ہو بدگماں تُو اخی کی جاں
ترے سامنے مرا سر ہے خم

سبھی کام ہیں پسِ التوا
کہیں ہو نہ جائے عمر ختم

تُو معاف کر دے مرے خدا
مرے جو گناہ کیے رقم

قناعت

یہ وہ زنبیل ہے میری
کبھی خالی نہیں ہوتی
جو مانگو مجھ کو دیتی ہے
مگر یہ کچھ نہیں لیتی

مشورہ

یقین و بے یقینی کے دوراہے پر
پریشاں اور یوں سہمی ہوئی گم صم
رہو گی سوچتی اے ہم نفس! کب تک؟
تمہیں معلوم ہے اُس راہ پر چلنا
جہاں پر بے یقینی دِل پہ طاری ہو
جہاں پر خوف بھی ہو نارسائی کا
بہت پُردرد اور دشوار ہوتا ہے
کہیں نوکیلے کنکر ہیں کہیں کانٹے
کہیں ٹھوکر لگے دل پر یوں ہی چلتے
کہیں تاریکی پھیلی ہے عمر بھر کی
کہیں پر دھُول کے بادل بھی اُڑتے ہیں
مسافر جو بھی نکلا ایسی راہوں پر
نہیں پہنچا ہے منزل تک وہ بے چارا
بھٹک کر یوں اندھیروں میں اکیلے ہی
نصیبوں کو سبھی الزام دیتا ہے

خدا وہ وقت ناں لائے کبھی تُو بھی
بھٹک کر ایسی راہوں پر اندھیروں میں
لئے ٹھوکر نصیبوں کی حزیں دل پر
تُو چھالے اپنے پاؤں کے کرے گنتی

مری مانو پلٹ آؤ یقیں کر کے
ابھی سے موڑ لو رستہ مری جانب
مری بانہوں میں پھر ڈالو حسیں بانہیں
مرے کاندھے پہ سر رکھ دو محبت سے

غزل

بڑے شکاری زمیں پر شکار کرتے ہیں
چلو یہاں سے کہیں آسماں پہ رہتے ہیں

اُنہیں تمہاری عنایت سے خوف آتا ہے
جو اپنے آپ میں کچھ مطمئن سے رہتے ہیں

سکون جن سے گریزاں رہا زمانے میں
زمیں کے نیچے وہی عافیت میں رہتے ہیں

کبھی نصیب کو جب نیند آنے لگتی ہے
تمہاری یاد کی چادر کو اوڑھ لیتے ہیں

ترے خیال کی پرچھائیاں بلاتی ہیں
ترے سراب مرے آس پاس رہتے ہیں

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لو ختم آج سے وہ سیہ رات ہو گئی
ابلیس غم زدہ ہے کہ کیا بات ہو گئی
ظلمت کدے میں شمعِ رسالتؐ ہے ضوفشاں
دونوں جہاں میں نُور کی برسات ہو گئی

مجھے اللہ ہی کافی ہے

وظیفہ ہے یہ ہر اک کا، ''مجھے اللہ ہی کافی ہے''
سمجھ لو پھر کہا کرنا، ''مجھے اللہ ہی کافی ہے''

کہا اللہ نے جب ''اُس'' کو، ''سجدہ کر تُو آدمؑ کو''
وہ بولا، ''میں نہیں کرتا، مجھے اللہ ہی کافی ہے''

کہا تھا یہ پیمبرؐ نے علیؑ کو یا علیؑ مولا
کہو گے تم، ''کہا ہوگا، مجھے اللہ ہی کافی ہے''

یہ فرمایا ہے اللہ نے، ''اطاعت کر پیمبرؐ کی''
کہو گے کیا، ''نہیں کرتا، مجھے اللہ ہی کافی ہے''؟

تُو جب بیمار پڑتا ہے، بلاتا ہے طبیبوں کو
ارے تب کیوں نہیں کہتا، ''مجھے اللہ ہی کافی ہے''؟

جو پانی میں تُو گھر جائے پکارے ناخدا کو کیوں؟
وہاں پر کیوں نہیں کہتا، ''مجھے اللہ ہی کافی ہے''

ملا جو حکم موسیٰ ؑ کو تو گبھرا کے کہا ،مولا !
''مجھے ہارونؑ ساتھی دے بنے جو ترجماں میرا''

مجھے کوئی تو سمجھائے ،مری تو عقل ناقص ہے
نبیؑ سے کیوں نہیں بولا، مجھے اللہ ہی کافی ہے

ارے بھائی وسیلے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے
سمجھ لو اِن کو پھر کہنا،'' مجھے اللہ ہی کافی ہے''

غزل

اُس کو بچھڑے ایک مدت ہو گئی تھی
جب ہمیں اُس سے محبت ہو گئی تھی

جب تلک وہ سامنے تھا دُور تھا تب
دُور ہوتے ہی رفاقت ہو گئی تھی

تھا نہیں شکوہ وہ جب نا مہرباں تھا
مہرباں ہوتے شکایت ہو گئی تھی

جس گھڑی اُس نے خدا حافظ کہا تھا
دل نظر پر اک قیامت ہو گئی تھی

میں تو خود کو بھول کر وہ ہو گیا تھا
عشق میں کچھ ایسی حالت ہو گئی تھی

غزل

بس میں رہے نہ جب کبھی جذبات رو دیئے
میں رو دیا تو ساتھ یہ دن رات رو دیئے

میں ڈھونڈتا رہا اُسے شہرِ جفا کے بیچ
حالت مری کو دیکھ کے حالات رو دیئے

ہم چھانتے رہے تھے یوں دشت و دمن کی خاک
اپنا جنون دیکھ کے ذرات رو دیئے

ٹوٹا ہے جب سے سازِ محبت مرے حبیب
نغمہ سرا کی تان میں نغمات رو دیئے

اُس چشمِ ناز میں کوئی آنسو نہ درد ہے
تڑپی ہماری روح تو صدمات رو دیئے

غزل

میں جس کی دھڑکن میں بس گیا تھا میں جس کے دل پر لکھا گیا تھا
کتاب کی طرح وہ مجھے ایک طاقچے میں سجا گیا تھا

کسی پرانی خبر کی صورت میں اُس نظر سے اُتر چکا ہوں
میں اُس کے آنگن کا وہ شجر تھا یہ وقت جس کو گرا گیا تھا

کسی کو میں بھول کر نہ بھولا کسی کو میں یاد تک نہ آیا
میں جس کے دل سے اُتر چکا تھا وہی نظر میں سما گیا تھا

جو روشنی کے نئے سفر پر اُسے بھی جانا تھا ایک دن تو
وہ میری آنکھوں میں آشاؤں کے چراغ پھر کیوں جلا گیا تھا؟

وہ اپنے لب سے ہماری آنکھوں پہ ثبت کرتا تھا مہرِ اُلفت
وہ مسکراتی ہوئی یہ آنکھیں نہ جانے کیوں پھر بجھا گیا تھا

جو آندھیوں میں رہا تھا روشن محبتوں کی تھا جو علامت
وہ اپنے آنچل سے اُس دیے کو بھی جاتے جاتے بجھا گیا تھا

سلام

اکبر کو دیکھ کر وہاں نادم تھی کربلا
صورت نبیؐ کی تھی تو سراپا علیؑ کا تھا

حرمل نے ڈر کے تیر بھی سہ شاخہ چُن لیا
کیسا جلال و خوف تھا اِک شیر خوار کا

رسمِ وفا چلی ہے یہ حیدرؑ کے خون سے
عباسؑ درس دیتے ہیں مکتب ہے کربلا

کرب و بلا تمہارے مقدر پہ میں فدا
میرا حسینؑ تجھ کو معلیٰ بنا گیا

ابنِ علیؑ کے سامنے باطل ہے سرنگوں
کٹ کر بھی سر بلند ہے مولا حسینؑ کا

غزل

مجھ سے میری بھی رضا بے دردلینا چاہتا ہے
کچھ نہ کچھ تو وہ مجھے بھی درد دینا چاہتا ہے

جو مری دہلیز کی اس دوسری جانب کھڑا ہے
کیا وہ میرے آشیاں کو آگ دینا چاہتا ہے

اس کا ہے اصرار میں اس کے اشارے پر چلوں اب
وہ مجھے بھی کربلا میں گھیر لینا چاہتا ہے

جب نہیں معلوم قسمت کا لکھا انسان کو سب
کیوں کسی کے ساتھ جیون بانٹ لینا چاہتا ہے

درد تو دل کے سمندر کی تہوں میں سو رہے ہیں
وہ مگر آنکھوں کے اندر ڈھونڈ لینا چاہتا ہے

غزل

جانے کیا کہہ دیا روانی میں
آگ سی لگ گئی ہے پانی میں

رت جگے حسرتیں جدائی الم
چار ہی لفظ ہیں کہانی میں

ایسا لگتا ہے کچھ نہیں باقی
تیرے بن میری زندگانی میں

کوئی اتنے قریب آتا ہے؟
چند گھڑیوں کی میزبانی میں

اپنا اپنا ہے غیر بیگانہ
فرق ہوتا ہے خون پانی میں

غزل

اشک مٹی میں مِل رہے ہیں
سارے ارماں نکل رہے ہیں

اپنا سب کچھ تو لے گیا وہ
ہم کھڑے ہاتھ مَل رہے ہیں

وہ بھی اب دُور دُور ہے ہم سے
ہم بھی کچھ کچھ بدل رہے ہیں

دشمنوں سے گِلہ نہیں ہے
چال تو یار چل رہے ہیں

نثری نظم

چاند

چاند بہت دُور ہے ہم سے
ہماری دسترس سے باہر
مگر نگاہ کا مرکز
بہت ہی محبوب ہم کو
ہماری سوچ کا محور
کتنی آنکھیں فریفتہ اُس پر
کتنے لب ثنا خواں اُس کے
اُس کی کرنیں آنکھ کے راستے
دل میں اُتریں
اُسکی چاندنی پاگل بنائے ہمیں
اُس کے بِنا رات بے رنگ
اُس کے بغیر آنگن اُداس
من کہے اُس کو جا پکڑیں
دل یہ چاہے کہ تھام لیں اُسکو
وہ نظر آئے تو رات بھر آنکھیں
ہمسفر بن کے اُس کے ساتھ چلیں

چاند کو پانے کے
اُس کو چھونے کے
سارے جذبے ہمارے سچے تھے
جو دُعاؤں نے رنگ دکھلایا
چاند پھر دُور نہ رہا ہم سے
ہماری دسترس میں آ پہنچا
ہم نے اُس کو جا چھوا

مگر۔۔۔۔
کہاں گئی چاندنی اُس کی
کہاں چھُپ گئیں سنہری کرنیں
وہ خوابناک سا جادوئی منظر
میرے اللہ کھو گیا کیوں کر؟
یہ سُرخ سُرخ بھربھری مٹی
یہ بدنما ڈراونے گڑھے
دَم گھٹا جائے اتنا سناٹا!
کیا یہی؟ کیا یہی چاند ہے؟
اتنا بے رنگ ایسا بدصورت!
کیا یہی چاند ہے؟

نہیں ہمیں نہیں چاہیے
چاند اس طرح کا

یہ ہم سے دُور بہت دُور ہی بھلا
نہیں ہمیں نہیں چاہیے۔۔

چاند کی طرح
میں بھی تم سے دُور تھا اک دن
تمہاری دسترس سے باہر
مگر نگاہ کا مرکز
بہت ہی محبوب تم کو
تمہاری سوچ کا محور
تیری آنکھیں فریفتہ مجھ پر
تیرے لب ثنا خواں میرے
تُو یہ چاہے کہ تھام لے مجھ کو
تُو یہ چاہے کہ مجھ کو آ چھوئے
مجھ کو پانے کے
مجھ کو چھونے کے
سارے جذبے تمہارے سچے تھے
جو دُعاؤں نے رنگ دکھلایا
کوششیں سُود مند ہوئیں
میں بہت دُور نہ رہا تم سے
تمہاری دسترس میں آ پہنچا
تم نے مجھ کو آن چھوا
اور اب مجھ کو دسترس میں لا کر

میری حقیقت سے آگہی پاکر
کیا تم بھی یہی کہو گی جاناں
نہیں ہمیں نہیں چاہیے
چاند اِس طرح کا
یہ ہم سے دُور
بہت دُور ہی بھلا
نہیں ہمیں نہیں چاہیے۔۔۔

غزل

ترے نصیب میں جب غم کی رات ہوتی ہے
کسی عمل کی سیاہی بھی ساتھ ہوتی ہے

نہ اُن کو رنج ہے کوئی نہ ڈر کسی شے کا
نظر میں جن کی وہ اللہ کی ذات ہوتی ہے

مجھے اندھیرے میں رستہ دکھائی دیتا ہے
ترے خیال کی لو میرے ساتھ ہوتی ہے

قیافے اپنے بھی اکثر درست ہوتے ہیں
ہنر تو کوئی نہیں دل کی بات ہوتی ہے

میں ہار گیا

وہ جیت گئے میں ہار گیا
ہاں اپنا سب کچھ ہار گیا
وہ مان فخر وہ ناز ادا
پندار تکبر خود رائی
اک داؤ میں سب کچھ ہار گیا
مرا سورج چہرہ ڈوب چکا
ہیں دیپک آنکھیں بجھنے کو
مری سونا باتیں پیتل اب
مرا شیریں لہجہ زہر بنا
میں بیش بہا نایاب گہر
یوں لمحوں میں بے دام ہُوا
بیٹھے بیٹھے بدنام ہُوا
وہ جیت گئے میں ہار گیا
ہاں اپنا سب کچھ ہار گیا

شبِ عروس

آیئے زہے نصیب جی تشریف لایئے
میرے غریب خانے کی رونق بڑھایئے

مدت سے منتظر ہیں در و بام آپ کے
آ کر یہاں سبھی کے مقدر جگایئے

کہتے ہیں میرے گھر کوئی اُتری ہے اپسرا
آنچل کو اپنے رُخ سے ہٹا کر دکھایئے

دیکھیں کہیں نہ آپ پہ مر جائیں جانِ جاں
یوں جان جان کہہ کے نہ ہم کو بلایئے

کہیے کہ مدتوں سے سماعت ہے مضطرب
رازِ وفا سے آج تو پردہ اُٹھایئے

رُک ہی نہ جائے دل کی یہ دھڑکن جنابِ من
آنکھوں سے یوں نہ مدھ بھری آنکھیں مِلائیے

ذکرِ غمِ فراق کو رہنے بھی دیجیے!
وقتِ وصالِ یار نہ دِل کو دُکھائیے

غزل

عشق کا آگ سمندر ہوا پایاب مگر
ناؤ کو چھین کے شرمندہ ہے گرداب مگر

آؤ لے جاؤ مرے پاس ہے جو کچھ بھی یہاں
میری آنکھوں سے نہ چھینو مرے وہ خواب مگر

لے گیا دل بھی مرا چین بھی نیندیں بھی مری
ہو گیا آپ بھی جاتے ہوئے بیتاب مگر

کل برستا تھا جو برکھا کی طرح دل پہ مرے
کر گیا جاتے ہوئے آنکھوں کو پُر آب مگر

میں نے دیکھے ہیں زمانے میں کئی نجم و قمر
میری آنکھوں میں سمایا ہے وہ مہتاب مگر

اُس کا دعویٰ تھا محبت ہے فقط خبط و جنوں
اُس کی آنکھوں میں بھی در آئے ہیں کچھ خواب مگر

غزل

کہتے ہیں ہر کسی سے جو قسمت خراب ہے
دراصل ایسے لوگوں کی فطرت خراب ہے

اے پاک سرزمیں تری عفت کی خیر ہو
کچھ بدقماش لوگوں کی نیّت خراب ہے

بھاگے سے پھر رہے ہیں یہ دربان آج پھر
کہتے ہیں بادشاہ کی طبیعت خراب ہے

ڈاکو جہاں شریف ہو ظالم ہو معتبَر
سمجھو کہ اُس نگر کی عدالت خراب ہے

جب دین کا شعور ہو ناں ذوقِ آگہی
پھر ایسی قوم کی یہاں حالت خراب ہے

آج

دیکھو تمہارے عشق میں کیا ہو گیا ہے آج
تیرا اسیرِ غم بھی رہا ہو گیا ہے آج
اب زندگی کا اس کو نہیں ہے ذرا بھی شوق
جیسے محیطِ ارض و سما ہو گیا ہے آج

غزل

جس کسی نے زوال دیکھا ہے
اُس نے پہلے کمال دیکھا ہے

خود بھی بے مثل ہے خدا جس نے
دوست بھی بے مثال دیکھا ہے

درد جب دل میں سر اُٹھاتا ہے
غم کو بھی پھر نڈھال دیکھا ہے

جیت پر خوش تھا وہ مگر ہم نے
اُس کے دل میں ملال دیکھا ہے

ناں مرے دوست یوں تو ناں جاؤ
پہلے کب یہ وصال دیکھا ہے؟

جو خیالوں میں خواب دیکھا تھا
خواب میں وہ خیال دیکھا ہے

بےخودی اب بھی ناچتی ہے یہاں
ہائے کیسا جمال دیکھا ہے

غزل

یارو مجھ کو مت چھیڑو مجھے میرے حال میں گم رہنے دو
مستقبل سے کیا لینا مجھ کو ماضی حال میں گم رہنے دو

میرا من بھی بلھے شاہ کے پیچھے پیچھے جا نکلا ہے اب
ناچ رہا ہے گھنگرو باندھے سُر اور تال میں گم رہنے دو

اس ٹھاٹھ باٹھ میں کا رکھا ہے تن ڈھک جائے یہ کافی ہے
وہ من سلویٰ تم لے جاؤ مجھے روٹی دال میں گم رہنے دو

تُو ڈالے کمندے تاروں پر کچھ اور بھی اُونچا ہونے کو
اب چاہِ ندامت میں ہوں گرا مجھ کو پاتال میں گم رہنے دو

تیرے پاس تو اک دن جانا ہے پر دامن میرا خالی ہے
جب تک نا کاسہ بھر جائے مجھے انفعال میں گم رہنے دو

غزل

بادبانوں نے ہوا کو مات دی
عشق نے جوروجفا کو مات دی

آنکھ نے دیکھا جو سب کچھ جھوٹ تھا
اور سماعت کو صدا نے مات دی

دُشمنوں کے سر فخر سے تن گئے
دوستوں نے جب وفا کو مات دی

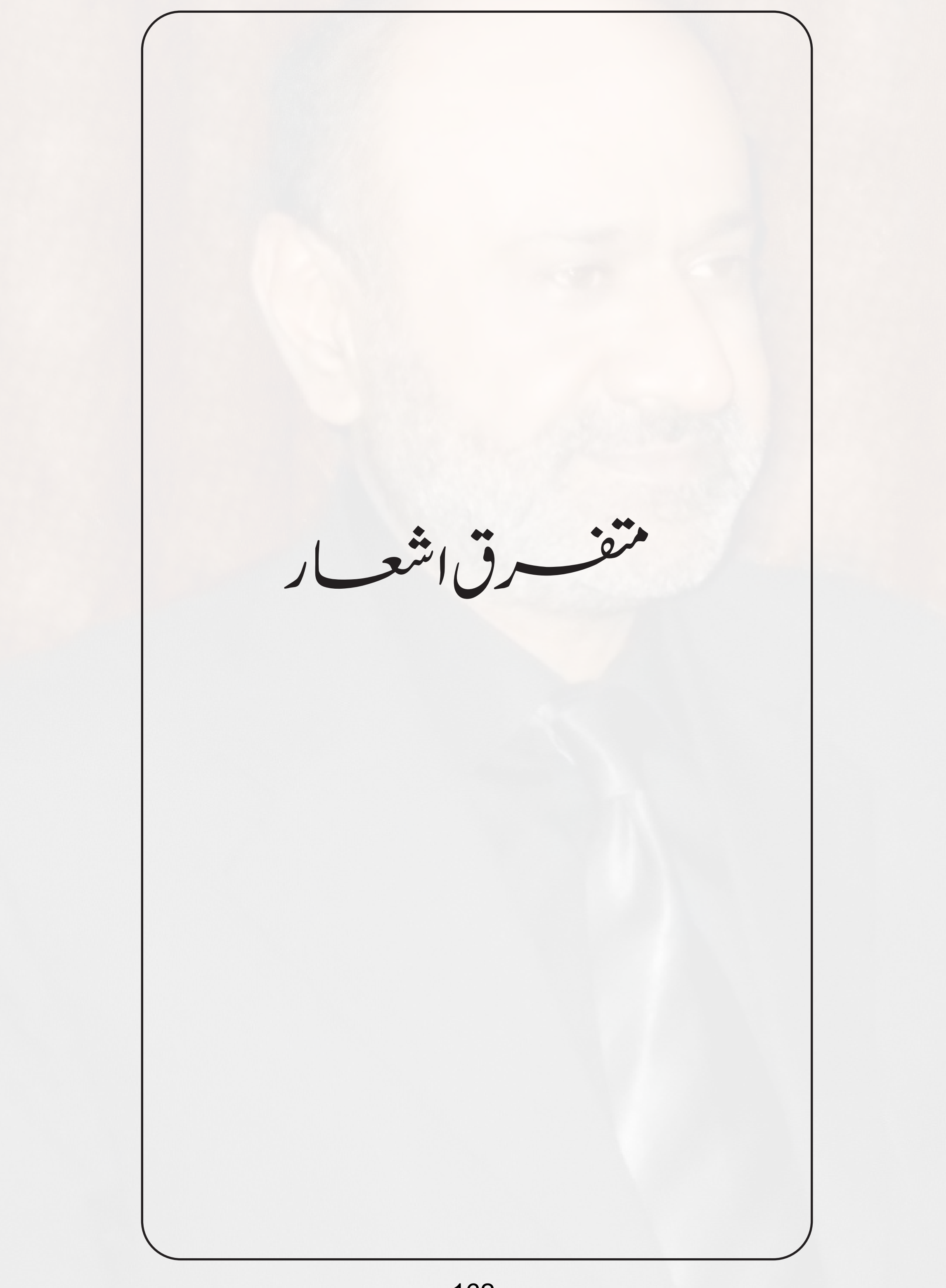

متفرق اشعار

امام حسین علیہ السلام

دے کر حیات دِیں کو ہمارے گئے حسینؑ
کربل میں اس طرح سے اُتارے گئے حسینؑ
باطل کے سامنے ہیں ابھی تک وہ سر بلند
دُنیا سمجھ رہی تھی کہ مارے گئے حسینؑ

ابنِ علیؑ کے سامنے باطل ہے سرنگوں
کٹ کر بھی سر بلند ہے مولا حسینؑ کا

ذبحِ عظیم ابنِ نبیِ خدا حسینؑ
اس کشتیِ نجات کا ہے ناخدا حسینؑ

یاابوالفضل عباس (علیہ السلام)

میرے گھر میں بھی ہیں میری زینب وکلثوم دو
یا ابوالفضل ہو دستِ کرم ان پر بھی ہو

اصحابِ نبیؐ

کاش مِل جاتی تو آنکھوں میں لگاتا میں بھی
خاکِ پاپوشِ صحابہؓ جاں نثارانِ نبیؐ

❁

اے خداوندِ جہاں تُو پاک ہے
اے خداوندِ جہاں ظالم ہوں میں

❁

بے معنی ہو گئے ہیں وصل اور فِراق اب
تُو دُور ہو یا سامنے ہے بات ایک ہی

❁

ان اندھیروں کی وحشت اُجالوں کے بعد
پھر خزاؤں کے دُکھ اُن بہاروں کے بعد
تشنگی ڈس چکی ہے کئی تشنہ کام
بند ہوتے ہوئے بادہ خانوں کے بعد

❁

سورج کے چہرے پہ یارو معصوموں کا خوں لگا ہے
کب دیکھا تھا اس سے پہلے اتنا خوں آشام سا دن

تُو نے اچھا کیا جلا ڈالا
سلگے رہنا عذاب ہوتا ہے

دل کے دروازے پہ زنجیر لگا لو جاناں
دَر کھلا دیکھ کے کوئی بھی گزر سکتا ہے

تیری چاہت دب گئی ہے فائلوں کے ڈھیر نیچے
میری وحشت کا غذوں کے ساتھ ردی ہو گئی ہے

ایک سجدے ہی میں مل جاتا ہے مقصود کبھی
جس کی خاطر کوئی یاں لاکھ جتن کرتا ہے

چہرے کے خال و خد میں کیا ڈھونڈتا ہے تُو
کتنی حسین عمارتیں مسمار ہو گئیں

ہوش و خرد گنوا کے جو وحشت میں آؤں گا
اُس روز میں تمہاری عدالت میں آؤں گا
یہ دل مرا دماغ سے رہتا ہے دُور اب
لگتا ہے میں بھی دامِ محبت میں آؤں گا

ان کو انکار ہے اصولوں سے
ہم بھی منکر کہیں نہ ہو جائیں

سہمی ہوئی ڈری اور سوگوار ہے
اب کے وطن میں یارو یہ کیسی بہار ہے
مسلی ہوئی ہیں کلیاں لہو رنگ ہے گلاب
نرگس کا دل بھی رو رہا زار و قطار ہے

کہاں ہم کو سمجھ پائے گا کوئی
زمانہ حال ہے، ہم عہدِ ماضی

مرے دل میں تڑپ کوئی نہیں ہے
مرے دل سے وہ کب کا جا چکا ہے

آؤ تم آ کے جلا دو نا سبھی خط اپنے
تیری دولت نہیں اب اور سنبھالی جاتی

بلاوا آ گیا مولا حسینؑ کے در سے
چلو حماد مقدر سنور گیا تیرا

کچھ نہ بولوں گا چپ رہوں گا وہاں
دل کی ہر بات جانتے ہیں وہ

پھوڑ دو آنکھیں مری یا وہ ہٹا دو منظر
مجھ سے اب اور تماشا نہیں دیکھا جاتا

تم کو جانا ہے؟ شوق سے جاؤ
ہم کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ

ظالم یہاں پے اتنا آزاد ہو گیا ہے
بے کس غریب طبقہ برباد ہو گیا ہے

میں تھک کے گر گیا ہوں راستے میں
مری منزل کہیں پر کھو گئی ہے

تیرا نمبر ڈلیٹ کرتے ہی
یوں لگا زخم بھر گیا کوئی

سجدے میں میرا سر ہو تو رو کے کہوں، کریم!
میری خطا بڑی ہے یا تیرا کرم عظیم؟

ایک ہی سجدے میں مل جاتی ہے منزل کچھ کو
جس کی خاطر کوئی یاں لاکھ جتن کرتا ہے

ڈر تھا مجھے کوئی، نا غم ہی تھا کوئی لاحق
اللہ کے بھروسے کو، بس لے کے چلا تھا

وہ مجھ سے محبت کا سبب پوچھتا ہے
ناداں ہے عبادت کا سبب پوچھتا ہے

بھولے بھالے پنچھی تو مٹی میں خوش رہتے ہیں
اُونچی اُونچی ڈالوں پر چیلیں بیٹھا کرتی ہیں

رونے والے کو جو کاندھا کسی کا مل جائے
کچھ تو جینے کا اُس کو بھی بہانہ مل جائے

❁

اُسے اتنا ڈرایا جا چکا ہے
اُسے اب ڈر نہیں لگتا ہے ڈر سے

❁

مصنف کی دیگر کتب

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَآلِهٖ

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ

رَبَّنَا

نماز شب

ناخدا (امام حسین علیہ السلام)

چوڑیاں

Golden Bangles (انگریزی)

Anger Management (انگریزی)